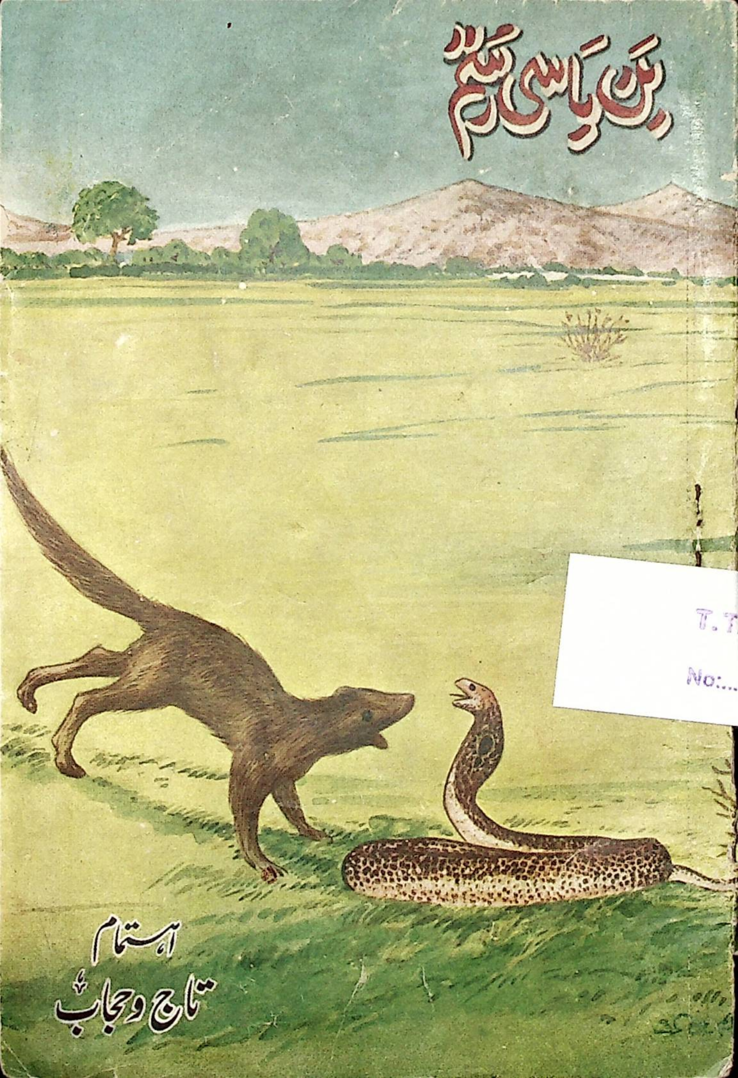

T. T
No:....

(جملہ حقوق محفوظ)

T.T.F LIBRARY
No: 156

بن باسی رستم

یعنی

سانپ اور نیولے کی لڑائی

مصنفہٗ

مولوی مرزا محمد اشرف صاحب گورگانی دہلوی (مرحوم)

باہتمام

تاج [illegible]

دار الاشاعت پنجاب۔ لاہور

Taj Tahir Foundation

دیباچہ

مسٹر کپلنگ کے نام سے ہمارے مُلک کے اکثر تعلیم یافتہ نوجوان واقف ہوں گے۔ اُن کی بے مثل کتاب جنگل بُک نے مطبع سے نکلتے ہی تمام انگلستان اور امریکہ کو مُسخر کر لیا تھا۔ اور مصنّف موصوف کو ان ممالک کے ہر طبقہ خلایق میں مشہور و معروف کر دیا + مجھے اس کتاب کے مطالعہ سے یہ خیال پیدا ہُوا تھا۔ کہ اگر اسی انداز پر ایک کتاب اُردو میں بھی لکھی جائے۔ تو وہ ضرور بچّوں میں بہت مقبول ہو۔ اور کہانیوں کے لکھنے کا ایک نیا دلچسپ انداز شروع ہو + مَیں نے اپنے دوستوں پر نظر ڈالی - تو سلاستِ زبان اور شوخیِ بیان اور خوش طبعی مزاج کے لحاظ سے اپنے دوست مولوی مرزا محمّد اشرف صاحب گورگانی کو ایسا پایا۔ کہ جن کو اس کام کی تکلیف دے سکتا چنانچہ مَیں نے انہیں ہی یہ تکلیف دی۔ اور مَیں آج نہایت خوش ہوں کہ میرا انتخاب نہایت درست نکلا +

میرے قابل دوست نے میری اُمّید سے بڑھ کر کام کیا۔

Taj Tahir Foundation

ای لیبریا پیسہ اخبار سٹریٹ لاہور میں
باہتمام
حمید علی خاں صاحب پرنٹر و پبلشر چھپی

اور اس کہانی کو ٹھیک ایسے انداز میں لکھا۔ جو خُرد سال بچّوں کے بالکل مناسب حال ہے۔ انگریزی کتاب سے مصنّف نے جو کچھ اخذ کیا ہے۔ وہ صرف قصّے کا خاکہ اور نرالا ڈھنگ ہے۔ باقی اس کی تمام تفصیل ہندوستانی بچوں کے مذاق کے موافق و مُناسب اپنی جدّت پسند طبیعت سے خود اختراع کی ہے۔

میرا اس کتاب کے لکھانے سے سوائے اس کے کوئی اَور مقصد نہیں کہ ہماری قوم میں پاکیزہ مذاق کا دلچسپ علم ادب پیدا ہو۔ اس میں کہیں کہیں کوئی بات نصیحت کی نکل آئی ہے۔ وہ روکن میں آئی ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ یہ مختصر سا قصہ پڑھنے والوں کے دلوں پر کچھ نہ کچھ اثر کئے بغیر نہ رہے گا۔ بچّے پڑھیں گے اور ہنسیں گے۔ ہوشیار پڑھیں گے۔ اور مسکرائیں گے فلسفیوں سے ڈر لگتا ہے۔ وہ پڑھیں گے اور ناک بھوں چڑھائیں گے۔

راقم

سیّد ممتاز علی

لاہور۔ مورخہ ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس اُجڑے دیار شاہجہان آباد میں اب بھی ایسے مکان موجود ہیں۔ جو اسلام کی گزری شوکت کے شاہد ہیں۔ جن میں ایک زمانے میں ارکانِ دولت مغلیہ مشرقی تزک و شان کے ساتھ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ اگرچہ وہ صورتیں اس وقت دہلی کے گرد قبرستانوں میں پاؤں پھیلائے سو رہی ہیں۔ لیکن اُن کی یادگاریں ابھی تک زمانے کے مہلک ہاتھ سے محفوظ ہیں۔

ایسا ہی ایک مکان تھا۔ جس کو ایک مہاجن نے کوڑیوں کے مول لے لیا تھا۔ لیکن اس بھلے مانس نے اُس کی اصلی صورت میں کوئی فرق نہ آنے دیا تھا۔ باغیچہ۔ حوض۔ دیوان خانہ وغیرہ سب کچھ بدستور قائم رکھا۔ اور چونکہ اپنی بود و باش کے لئے اس کو بڑا وسیع سمجھتا تھا۔

Taj Tahir Foundation

ایک شریف مسلمان کو معقول کرایہ پر دے رکھا تھا + یہ
صاحب مع بیوی - ایک لڑکے - ماماؤں اور نوکروں کے
اس میں آرام سے رہتے تھے - اور چونکہ تعلیم یافتہ آدمی
تھے - اور علم نباتات سے خاص مذاق رکھتے تھے -
مکان کی عام حالت اور بالخصوص باغیچے کی سرسبزی پر
بہت وقت صرف کرتے تھے - انگریزی پودے چبوترے
پر اور اس سے نیچے قرینے کے ساتھ گملوں میں لگا رکھے
تھے - دیسی پھلوں کے درخت بدستور قائم رکھے تھے -
کھلی زمین میں موسمی ترکاریاں بو رکھی تھیں - جب سے
نل جاری ہوئے - خان صاحب نے (یہ صاحب خان
صاحب تھے) اپنے مکان میں بھی نل لگوایا تھا - اور
حوض کو جو زنانہ مکان کے صحن میں تھا - بارہ مہینے پانی
سے لبالب رکھتے تھے - غرض مکان کی خوش نما حالت
صاحب خانہ کی خوش مذاقی کی گواہ تھی +

اس مکان میں جیسا کہ عموماً بادشاہی مکانوں میں
دیکھا گیا ہے - ایک نیولا مع اپنے قبائل کے رہتا تھا -
چبوترے کے نیچے اس کا بل تھا - اس نیولے نے

اپنی انجینیری کے زور سے سڑک تک جو مکان کے پیچھے
تھی - اور وہاں سے شاہجہانی بدررو تک جو تمام محلے
کے نیولوں کے واسطے جولانگاہ تھی - رستہ نکال لیا تھا -
جس وقت سے یہ قصہ شروع ہوتا ہے - اس بدرروباش
کے خاندان میں چھ بندے تھے - دو میاں بیوی - چار بچے +
ایک روز کا ذکر ہے - کہ باغیچے میں نل ٹوٹا - بارش
کا موسم تھا - زمین میں اتنی خشکی نہ تھی - کہ پانی کچھ بھی جذب
کر سکتی - تمام صحن میں پانی ہی پانی ہو گیا - باغیچے کی
ننھی پود غرقاب ہو گئی - اور اتنے مکان کی موری پانی
کے نکالنے میں مدد دے - ہمارے دوست کے گھر
میں پانی بڑی بے رحمی کے ساتھ گھس گیا - اور اس کو
اور اس کی بیوی بچوں کو بہا کر اسی راستے لے چلا - جو
اس نے باہر جانے کے واسطے تیار کیا تھا + ایک بچہ
جو اس وقت اتفاق سے بل کے منہ کے پاس بیٹھا
تھا - پانی سے لڑتا بھڑتا باغیچے میں نکل آیا - اس کشمکش
میں خدا جانے کتنا پانی اس کے پیٹ میں گیا - بہرحال
ایک روش پر پہنچ کر بے ہوش ہو گیا + خان صاحب

نے چونکہ گھر میں بہت سی ٹونٹیاں لگا رکھی تھیں۔ میونسپل
کمیٹی نے اُن کو ایک کُنجی دے رکھی تھی۔ جس سے پانی بند
کر سکتے تھے۔ غرض اُنہوں نے گھر کے باہر سڑک پر سے
پانی بند کرا دیا۔ ادھر مُتعدد موریوں سے پانی خالی کرنا
شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں صحن اور باغیچے میں فقط کیچڑ
ہی کیچڑ رہ گئی + چند لمحہ بعد نیولے کو ہوش آیا۔ دیکھا۔ کہ
ساون کا سُورج ہڈّی تک سینک پہنچا رہا ہے۔ اس کی
ماں ایک تجربہ کار نیولی تھی۔ اور اپنے بچّوں کو ہر قسم کی
مُصیبت کا جو زندگی کی تگ و دَو میں واقع ہو سکتی ہے۔ علاج
بتاتی رہتی تھی۔ بچّے نے جب دیکھا۔ کہ پیٹ میں پانی
اِتنا ہے۔ کہ ہضم نہیں ہو سکے گا۔ ماں کی نصیحت یاد کر کے
اس پر عمل کیا۔ فوراً امرود کے درخت پر چڑھا۔ اور دُم
اُوپر اور سر نیچے کر کے تھوڑی دیر تک نیچے کو جھٹکا رہا۔
یہاں تک کہ پانی پیٹ سے بالکل نکل گیا + پھر نیچے
اُترا۔ اور اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا۔ مگر چلنے پھرنے
کی طاقت ابھی تک نہیں آئی تھی۔ درخت کے سائے
میں بیٹھ کر سو گیا +

سوتے ہی اس کی طبیعت خراب ہوئی۔ اور ٹھنڈک
نے اپنا اثر کیا۔ یہاں تک کہ اکڑ کر رہ گیا + صاحب خانہ
کا لڑکا جس کی عُمر کوئی دس گیارہ برس کی تھی۔ کیچڑ میں
پھرتا ہؤا اُدھر آنکلا۔ نیولے کو پڑا ہؤا دیکھ کر سمجھا کہ مر گیا
ہے۔ اُٹھا کر ماں کے پاس لے آیا۔ ماں نے دیکھتے ہی
ایک چیخ ماری۔ اور گھبرا کر کھڑی ہو گئیں۔ اور میاں سے
مخاطب ہو کر بولیں "۔ اجی دیکھو تو تمہارے خیرِ نشور کیا اُٹھا لائے"؟

خان صاحب۔ او سعید!

سعید۔ جی :

خان صاحب۔ یہ کیا اُٹھا لایا؟

سعید۔ کچھ بھی نہیں نیولے کا بچہ ہے!

خان صاحب۔ کیوں لے آیا؟

سعید۔ یہ مر گیا ہے۔ اس کو کفن دے کر دفن کروں گا۔
اور ننھی سی قبر بناؤں گا +

خان صاحب۔ پھر آپ اُس کے مجُاور بنو گے؟

سعید نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور باپ کا عندیہ پا کر
اُسے پھینکنے چلا۔ نیولے کا بچّہ اُس وقت ایسا اکڑا ہؤا

Taj Tahir Foundation

تھا۔ کہ اس میں لال ناک سے لگا کر خاردار دُم تک
مطلق ہلنے تک کی طاقت نہ تھی + خان صاحب اُس
بچّے کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ کہ سعید ان کے پاس
سے ہو کر دروازے کی طرف چلا۔ اُسی وقت بچّے نے
ایک چھینک لی۔ سعید نے ڈر کر اُسے پھینک دیا۔
اور گھبرا کر کہنے لگا۔ "ابّا جان یہ تو جیتا ہے"!

خان صاحب۔ جیتا ہے۔ تو اُٹھا۔ اسے پالنا +
بیگم۔ اے ہے! ایسا غضب نہ کرنا۔ میرے بچّے
کو کاٹ کھائے گا۔ تو میں کیا کروں گی"؟
خان صاحب۔ تم خواہ مخواہ کا وہم کرتی ہو۔ سعید!
اُٹھا لا +

سعید۔ وہ تو سہج سہج چلنے لگا +
خان صاحب۔ گردن پر سے پکڑ لو۔ پھر کچھ نہیں
کہے گا۔ اور اُٹھا لاؤ +

سعید اُٹھا لایا۔ اور باپ کے سامنے چھوڑ دیا۔
خان صاحب نے غور سے دیکھا۔ اور کہا "یہ ٹھنڈک
سے اکڑ گیا ہے۔ اس کو روئی میں رکھو۔ گرمائی پہنچی۔

اور اچھا ہُوا +
سعید۔ میں اپنا روئی دار کنٹوپ اُٹھا لاؤں؟ میلا پڑا
ہے +

باپ کی اجازت کی راہ بھی نہ دیکھی۔ اور توشہ خانے
کی کوٹھڑی میں گھُس کر جلدی سے ایک کانوں دار ٹوپی
اُٹھا لایا۔ + نیولے کو اُس میں دبکا دیا +

نیولا تقریباً پندرہ منٹ اس میں دبکا رہا۔ روئی کی
گرمی نے ہاتھ پاؤں کھول دیئے۔ اور دُم دار بہادر نے
کنٹوپ میں سے سر نکال کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر ایک
ڈفن لگائی۔ دوست دشمن میں تمیز کرنے میں اگر غلطی
ہوتی ہے۔ تو انسان سے ہوتی ہے۔ حیوان نظر کو
خوب پہچانتا ہے۔ نیولے نے دیکھا۔ کہ تین آدمی اس کی
طرف ہمدردی کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ اور ایذا رسانی
کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ان سے متوحش نہیں ہُوا۔ اور آہستہ
آہستہ دالان میں پھرنے لگا + خان صاحب نے ایک
بوٹی ان کے بچے ہوئے سالن میں سے منگائی۔ اور سعید
کے ہاتھ سے نیولے کو دلوائی + نیولا اس وقت بھوکا ہو رہا

Taj Tahir Foundation

تھا۔ نل کے پانی سے پیٹ دھو چکا تھا۔ دونوں ہاتھوں
میں بوٹی دبوچ کر کھانی شروع کی۔ اور سعید کی طرف
دیکھتا رہا۔ جب کھا چکا۔ تو اچک کر سعید کے کندھے
پر جا بیٹھا۔ اور وہاں جا کر کان کھجانے لگا + سعید پہلے
تو ڈرا۔ پھر یہ دیکھ کر۔ کہ کاٹتا نہیں۔ چُپکا اُس کی سیر دیکھتا
رہا + نیولا کندھے پر سے اُچک کر سر پر جا بیٹھا۔ اور
دیر تک وہاں بیٹھا ہُوا دل سے پکّے ہوئے گوشت کے
متعلّق گفتگو کرتا رہا۔ کہ اگرچہ گوشت بہت دفعہ کھایا ہے۔
مگر اِس گوشت میں نرمی زیادہ تھی۔ کچھ خوشبو بھی تھی۔
اور اگرچہ مُنہ جل گیا۔ مگر پھر بھی لذیذ تھا۔ یہ آدمی بہت
اچھّا گوشت کھاتے ہیں + یہ نیولا تو گوشت کی تعریف
میں مصروف تھا۔ بیگم صاحبہ نے اُدھر غل مچا کر سارے
گھر کو سر پر اُٹھا لیا۔ "اجی صاحب خدا کے لئے مارو
اس موذی کو۔ میرے بچّے کے سر پر بیٹھ گیا ہے۔
اور زبان نکال رہا ہے۔ کالا منہ ایسے کھیل کا۔
عظیمن! لکڑی لے کر اس کو بھگا دے۔ خُدا بُری
گھڑی نہ لائے۔ چار بچوں میں ایک دکھائی دیتا ہے۔

اُن کی نیت اُس کو بھی سانپ نیولوں سے ڈسوانے کی
ہے۔ عظیمن! لکڑی لا جُڑ بل"!
خان صاحب۔ "تم تو خواہ مخواہ گھبرا رہی ہو۔ اتنی دیر
میں اُس نے کاٹا۔ جو اَب کاٹ کھائے گا۔ یہ
جانور جب آدمی سے مانوس ہو جاتا ہے۔ تو
کاٹتا نہیں۔ اتنا ڈرتی کیوں ہو"؟
بیگم۔ صاحب! ڈروں کیونکر نہیں؟ اس کی شکل ہی
سے جی ڈرتا ہے۔ دیکھو تو کیسے تیز دانت ہیں۔
کیا جلدی سے بوٹی کھا گیا۔ ابھی آدمی کی بوٹی اِس
طرح کھا جائے۔ تو کیا ہو؟
میاں۔ نیولا آدمی کا گوشت نہیں کھاتا۔ اگر اتفاق سے
کہیں پاؤں پڑ جائے تو کاٹ کھاتا ہے۔ مگر یہ نہیں۔
کہ بوٹی اُتار لے اور کھا جائے۔
بیگم۔ تو صاحب یہ بات تو مجھے بھاتی نہیں۔ کہ سعید
کے کندھے پر نیولا ہر وقت سوار رہے۔ بچّہ
ہے۔ کسی وقت شرارت سے دُم پکڑ لی۔ اُس
نے کاٹ کھایا۔ خدا کی ہزار بات ہے۔ خدا

Taj Tahir Foundation

کے واسطے اِسے چھوڑ دو ؎

میاں ۔ ”خدا کے واسطے تم چُپکی ہو رہو“ ؎

بیگم ۔ تم کو میرے سر کی قسم اس کو چھوڑ دو ؎

میاں ۔ تمہارے سر کی قسم مَیں اِس کو پالوں گا ۔ اور دکھاؤں گا ۔ کہ سعید سے کیسا ہل جاتا ہے ۔ تم کو یہ بھی خبر ہے ۔ کہ جس گھر میں نیولا ہوتا ہے ۔ اُس میں سانپ نہیں آتا ؟

بیگم ۔ ہاں ! یہ تو مجھے سب معلوم ہے ۔ مگر میری خوشی یہ ہے ۔ کہ نہ یہ گھر میں ہو ۔ نہ سانپ ہو ۔ دونوں کا کالا مُنہ ؎

میاں ۔ اچھا تم تین دن ٹھیر جاؤ ۔ پھر اُس کو چھوڑ دیں گے ۔ یا یہ خود بھاگ جائے گا ۔ اگر نہ گیا ۔ تو یہیں گھر بنا لے گا ۔ اور آپ کے سعید سے بات نہیں کرنے کا ؎

بیگم ۔ خیر صاحب تم جانو ! مردوے کسی کی سُنا تھوڑا ہی کرتے ہیں ۔ جو تم سنو گے ؎

اتنے میں نیولا کندھے پر سے اُترا ۔ اور گھر کی

تلاشی لینی شروع کی ۔ تھوڑی دیر فرش پر ٹہلتا رہا ۔ جس قدر چیزیں نیچے رکھی ہوئی تھیں اُن کو سُونگھتا پھرا ۔ پان دان کے گرد کئی چکر لگائے ۔ مگر رستہ نہ پا کر اُوپر چڑھ گیا ۔ بیگم صاحبہ نے دیکھ لیا ۔ پان دان سے دہلی کی عورتوں کو بہت محبت ہوتی ہے ۔ اُسی وقت غل مچاتی ہوئی دوڑیں ”ارے او موئے ! تجھے خدا کی مار ۔ اجی خدا کے واسطے مارو کمبخت کو ۔ کہاں کی بلا تم نے گھر میں ٹھونس لی ۔ بیٹھے بٹھائے غم نہ داری بُز بخر“ ؎

میاں ۔ کیا ہُوا ؟ پان دان بند ہے ۔ اس میں کیونکر جا سکتا ہے ؟ خواہ مخواہ غل مچا رہی ہو ؎

سعید ۔ ابّا جان ! میں اس کو پکڑ لوں ؟

باپ ۔ یہی نہ کرنا ۔ اُس کو اُس کی مرضی پر رہنے دو ۔ پھر دیکھو کس طرح تمہارے ساتھ پڑا پھرتا ہے ۔ پکڑو گے ۔ تو ڈر کر بھاگ جائے گا ؎

نیولا اتنے عرصے میں پان دان پر سے اُتر کر خان صاحب کے کمرے میں گیا ۔ پہلے کرسی پر جست

کر کے چڑھ گیا۔ وہاں سے میز پر پہنچا۔ کتابوں کا مُطالعہ کیا۔ قلموں کو غور سے دیکھا۔ دوات کو سونگھا۔ پینے کی چیز نہ پا کر میز کے کونے پر آ بیٹھا اور کان کھُجانے لگا۔ پھر وہاں سے اُتر کر کرسی پر آ بیٹھا۔ اور اُس کو قابلِ نشست نہ پا کر نیچے اُترا۔ اور کمرے کے دو چکر لگا کر غسل خانے میں گھُس گیا۔ غسل خانے کی موری اُس کو پسند آئی۔ اور تھوڑی دیر وہاں ٹھہر کر سو گیا۔

بیگم صاحبہ کا خوف نیولے سے آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا۔ سعید کو ایک مشغلہ ہاتھ لگ گیا۔ ہر وقت اس کے واسطے گوشت۔ دودھ۔ روٹی۔ پانی تیّار رکھنا۔ تین دن میں نیولا اس سے ایسا مانوس ہو گیا۔ کہ ہر وقت اس کے ساتھ ساتھ پھرتا۔ اور رات کو اُس کے پلنگ کے نیچے سویا کرتا۔ بیگم صاحبہ کو اب اُس سے اتنی اُلفت ضرور ہو گئی۔ کہ اُس کے نکالنے کا کبھی نام نہ لیتیں۔ اکثر وقت اُس کو پیار سے بلاتی رہتیں۔ مگر نیولا سعید کے سوا کسی کو توجّہ کے لائق نہ جانتا۔ اور ہر وقت اس کے پاس ہی رہتا۔

دہلی کی عورتوں کو طوطوں کے نام رکھنے میں تو خاص مشق ہے۔ ہیرامن۔ مولا بخش۔ دلبر۔ بے نظیر۔ نذر علی۔ وفادار۔ اور اسی قبیل کے نام جو کسی اصول پر نہیں رکھے جاتے۔ بہت سے موجود ہیں۔ مگر نیولے کا نام رکھنے میں بیگم صاحبہ کو بہت دقت ہوئی۔ جس دن نیولے کے لئے پٹّا سی کر اس پر پیمک ٹانک رہی تھیں۔ سعید سے نام کی بابت مشورہ کرتی جاتی تھیں۔ آخر سعید کی نکتہ خیز طبیعت نے اس معمے کو حل کیا۔ اور کہنے لگا "امّاں جان! یہ ہر وقت چک چک کر کے بولا کرتا ہے۔ اِس کا نام بھی چک چک رکھّو۔" بیگم "بھئی! یہ تو تم نے نئی طرح کا نام نکالا۔ ٹھیک ہے۔ چک چک ہی کہا کرو۔"

چک چک کو انسانی بود و باش اختیار کئے ہوئے ایک برسات اور ایک جاڑا نکل چکے تھے۔ گرمی شروع تھی۔ عمدہ اور مُقوّی غذا نے اس کے ہاتھ پاؤں میں ایک غیر معمولی وسعت پیدا کر دی تھی۔ سارے محلے کے نیولے

Taj Tahir Foundation

اس کا ادب کرتے تھے۔ جانور بھی آدمی کی طرح۔ یا یوں کہو۔
کہ آدمی بھی جانور کی طرح زبردست سے کان دبا کر چلتے ہیں۔
چک چک کے ہاتھ پاؤں کی اُٹھان دیکھ کر تمام نیولے رشک
کرتے تھے۔ بہت سی نیولیاں چاہتی تھیں۔ کہ چک چک
انسانی بود و باش ترک کر کے اپنی برادری کا رویہ اختیار
کرے۔ اور کسی موری کو سکونت کے واسطے پسند کرے۔
تو ہم اس سے شادی کر لیں۔ مگر چک چک کو آدمی
کی اور بالخصوص سعید کی صحبت ایسی مرغوب تھی۔ کہ اکثر
نیولوں اور نیولیوں سے بچ کر چلا کرتا۔ اور سوائے
جی بہلانے کے اور کسی غرض سے ان میں شریک نہ ہوتا۔

چک چک کا دماغ فلسفیانہ تھا۔ مختلف قسم کے
جانوروں سے اس کو ملاقات کرنے کا شوق تھا۔ روز
کے آنے والے پرند مثلاً چڑیاں۔ کوّے۔ مینا۔ فاختہ۔
شکر خورہ۔ یہ دیکھ کر کہ چک چک آدمی کے ساتھ رہ کر
آدمی کی غذا کا عادی ہو گیا ہے۔ اور کسی قسم کا شکار نہیں
کرتا۔ بے خوف زمین پر اُتر آتے۔ چک چک ان کے
وسیع تجربوں کو توجہ سے سُنتا۔ اور تنہا بیٹھ کر ان کی

باتوں پر غور کیا کرتا۔ رات کو اُلو کبھی کبھی آنکلتا۔ تو اس
سے بھی صاحب سلامت ہو جاتی۔ مگر اُلّو اپنی لیاقت
کے غرور میں نیولے کو لائق خطاب نہ سمجھتا۔ اور نیولا اپنے زعم
میں اس کو مغرور سمجھ کر توجہ سے بات نہ کرتا۔ مگر کوّے سے
بہت ربط و ضبط تھا۔ ایک دن اتفاق سے باغیچے میں
ایک تلیر نکل آیا۔ نیولے نے نئی طرح کا جانور دیکھ کر
اُس سے پوچھا۔ "آپ کہاں سے تشریف لائے"؟

تلیر نے کہا "دریا پر سے"۔

چک چک۔ دریا کیا ہوتا ہے؟

تلیر "دریا کہتے ہیں۔ بہت سے پانی کو۔ جس کے
کنارے بہت سی کیچڑ ہوتی ہے۔ اُس کیچڑ میں
بہت سے کیڑے ہوتے ہیں۔ ان کیڑوں کو تلیر
لوگ کھاتے ہیں"۔

چک چک "تم کیڑے کھا لیتے ہو"؟

تلیر "تم نہیں جانتے۔ کہ چھوٹی چیزیں بڑی چیزوں
کے استعمال کے واسطے بنی ہیں"؟

چک چک اس فلسفیانہ جواب پر غور کرنے کو

Taj Tahir Foundation

تھا۔ کہ اتنے میں کوّا آپہنچا۔ اور تلیر "آب آمد تیمم برخاست"
کہتا ہُوا اُڑ گیا۔ کوّے نے اس کے پیچھے دھمکیوں کا چھرا
روانہ کیا۔ "خبردار ہے جو تو پھر اس باغیچے میں آیا۔ ٹڈیاں
کھاتے کھاتے ہمارا حق بھی چھیننے کی نیّت کی۔ اتنی ٹھونگیں
ماری ہوں گی۔ کہ یاد کرے گا"۔

چک چک ۔ ماموں کالے! کس پر خفا ہو رہے ہو"؟

کوّا ۔ "کچھ نہیں بیٹا! یہ کہتا ہوں۔ کہ اس تلیر کے دم میں
کبھی نہ آنا۔ یہ باتیں بنا کر ٹڈہ لینے آیا تھا۔ کچھ یہاں
کھانے کو ہوتا۔ تو ابھی ساری برادری کو ساتھ لگا لاتا۔
اور وہ ہزاروں لاکھوں ہوتے ہیں۔ اگر تلیر دُنیا میں
نہ ہوں۔ تو کوّوں کو کبھی در بدر پھرنا نہ پڑے۔ پھل۔
کیڑا۔ جھنگا۔ اناج۔ ٹڈی جو کچھ ہو سب کھا جاتے
ہیں"۔

چک چک ۔ "اچھا غصّے کو تو تھوک دو۔ یہ بتاؤ۔ کہ کدھر
سے آئے ہو"؟

کوّا ۔ "برخوردار آج تو ذرا کمیلے کی طرف نکل گیا تھا"۔

چک چک ۔ کمیلہ کیا ہوتا ہے"؟

کوّا ۔ "جہاں بکریاں ماری جاتی ہیں۔ گوشت آدمی لے
جاتے ہیں۔ انتڑیاں کوّوں کو دے جاتے ہیں"۔

چک چک ۔ "ماموں کالے! تم انتڑیاں بھی کھا لیتے ہو"؟

کوّا ۔ "برخوردار! تم نہیں جانتے۔ انتڑیاں بڑی مقوی غذا
ہے۔ دوسرے یہ کہ عمدہ گوشت تم ہی کو مل سکتا ہے
کہ آدمیوں میں رہتے ہو۔ ورنہ ہم لوگوں کو کہاں میسّر۔
جو مل گیا کھا لیا۔ روٹی ٹکڑا۔ دودھ۔ دہی۔ پنیر۔
مردہ۔ زندہ۔ جو کچھ مل گیا۔ وہی روا ہے"۔

چک چک ۔ "ماموں کالے! تم آدمیوں میں کیوں نہیں رہتے"؟

کوّا ۔ "برخوردار! اس کی کئی وجوہ ہیں۔ بڑی وجہ تو یہ ہے۔
کہ ہماری ان کی بنتی نہیں۔ ان کے یہاں ہر طرح کی
قیدیں۔ اور پابندیاں ہیں۔ باورچی خانے میں نہ جاؤ۔
آٹے کے کُونڈے میں چونچ نہ ڈالو۔ ٹھلیا کی چپنی
پھینک کر پانی نہ پیو۔ دیوار پر بیٹھ کر بولو نہیں۔ کون
اتنی سختیاں اُٹھائے۔ آزادی سے بہتر دنیا میں کوئی
چیز نہیں۔ جہاں جی چاہے چلے گئے۔ نیا دانہ۔ نیا
پانی۔ آج پُورب کو چلے گئے۔ تو کل پچھم کو۔ روز نو۔

روزی نو"۔

چک چک "ایک وجہ تو یہ ہوئی۔ دوسری"؟

کوّا۔ "دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ ہماری امّاں جو بنگالے سے آئی تھیں۔ ہم کو ہمیشہ یہ نصیحت کرتی رہتی تھیں۔ کہ آدمی کے سائے سے بچنا"۔

چک چک "اچھا تو نانی صاحبہ بنگالے سے آئی تھیں۔ کیا وہاں کے کوّے کسی اَور قسم کے ہوتے ہیں"؟

کوّا۔ "ہوتے تو ایسے ہی ہیں۔ مگر زیادہ کالے۔ خُوب چمک دار۔ رسیلی آنکھیں۔ گول سر۔ تیز زبان۔ خوش زبان۔ غضب کے چوکنے۔ اپنے مطلب کے ہوشیار۔ مگر دِل کے ذرا بودے ہوتے ہیں۔ بگلے سے ڈر جاتے ہیں۔ مگر کوّے کے واسطے بُزدِل ہونا بھی ایک خوبی ہے۔ غرض یہ کہ کوّا ہونے کی حیثیت سے بنگالی کوّا اس طرف کے کوّے سے بہتر ہوتا ہے۔ مگر بھانجے یہ تو بتاؤ۔ کہ تُم نے آج کیا کھایا تھا"؟

چک چک۔ وہی گوشت روٹی"۔

کوّا۔ "پھر کوئی ٹکڑا روٹی کا اور کوئی بوٹی ہمارے لئے نہیں رکھی"؟

چک چک "گوشت تو میں سب کھا گیا۔ ٹکڑا روٹی کا پڑا ہُوا ہے۔ وہ سامنے دالان کے کونے میں۔ تم ہی جا کر لے آؤ"۔

کوّا۔ "دالان میں تو میں اس وقت کبھی نہیں جانے کا۔ آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ تُم ہی جا کر لے آؤ"۔

چک چک "مَیں جا کر لے تو آؤں۔ مگر مُشکل یہ ہے کہ جہاں کھانے کی چیز آپ کے ہاتھ لگ گئی۔ اُسی وقت چل دِیئے"۔

کوّا۔ "بھائی اس بات کا تو ذکر ہی نہ کرو۔ طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے۔ کہ جہاں کوئی کھانے کی چیز ہاتھ لگی۔ اور دل بے چین ہُوا۔ پھر بغیر اس کے پیٹ میں رکھے اطمینان نہیں ملتا۔ چلو بہت حرف گیری نہ کرو۔ اگر بڈھے ماموں کی خدمت کرنی ہے۔ تو جاؤ ٹکڑا لے آؤ۔ نہیں تو جواب دو۔ کوئی اَور گھر دیکھیں"۔

Taj Tahir Foundation

نیولا ہنسا اور اندر سے روٹی کا ٹکڑا لے آیا۔ اور ماموں کالے کی تواضع کی۔ اُنہوں نے تو ٹکڑا سنبھال کر اپنی راہ لی۔ اور سعادت مند بھانجا ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر قیلولہ کرنے لگا۔ کہ اتنے میں اُس کے کان میں رونے کی آواز آئی۔ اُس نے سر اُٹھا کر اوپر دیکھا۔ کہ ایک شکر خورہ اور اُس کی مادہ دونوں بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ چونچیں کھُلی ہوئی ہیں۔ اور ننھی ننھی کالی کالی آنکھوں میں سے آنسو نکل کر پروں کو بھگو رہے ہیں + نیولے کا دِل اُن کو دیکھ کر بہت کُڑھا۔ پوچھا "تم کیوں روتے ہو"؟ مادہ بولی۔ کہ "بھائی ہم لوگ رونے ہی کے واسطے پیدا ہوئے ہیں۔ جاڑے بھر دعا مانگی۔ گرمی آئی۔ انڈے دیئے۔ اُن میں فقط ایک بچّہ دکھائی دیا تھا۔ آج وہ جانہار گھونسلے میں سے گر پڑا۔ کالا سانپ (اُس پر بجلی گرے) اس طرف آ نکلا۔ اور اُس معصوم کو نگل گیا۔ ہم میں طاقت ہوتی۔ یا چیل جتنے بھی ہوتے۔ تو اُس سے لڑتے۔ اپنے بچّے کو بچاتے۔ ہمارے ہاتھ جوڑتے جوڑتے موذی نگل گیا۔ کچھ بس نہیں

چلتا۔ اپنی آنکھوں پر بس چلتا ہے۔ رو رہے ہیں"۔ یہ کہہ کر پھر رونے لگے۔ نیولے کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے۔ تھوڑی دیر چُپ رہا۔ کیونکہ سانپ کا نام سُن کر اُس کو یہ فکر پیدا ہو گیا۔ کہ اِس کا باغ میں رہنا اچھا نہیں۔ اپنی ماں سے سُنا تھا۔ کہ کالا سانپ بہت زہریلا ہوتا ہے جس طرح شکر خورہ کے بچّے کو کھا گیا۔ اسی طرح اگر کسی آدمی کو کاٹ کھائے۔ تو بُرا ہو گا۔ لیکن اُس نے آج تک کالے سانپ کو دیکھا نہیں تھا۔ پھر شکر خورہ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "اگر نیولا ہوتا۔ تو تمہارے ساتھ ہمدردی نہ کرتا۔ مگر میں پرندوں کا شکار نہیں کرتا۔ آدمیوں کے ساتھ گوشت کھا لیتا ہوں۔ میرا پیٹ بھر جاتا ہے۔ اِس لئے تم جانتے ہو۔ کہ میں کسی چڑیا۔ ممولے۔ پودنے۔ شاما۔ شکر خورہ سے بولتا تک نہیں۔ مجھ کو تمہاری دردناک حالت دیکھ کر بہت رنج ہوتا ہے۔ مگر یہ بتاؤ۔ کہ کالا سانپ کتنا بڑا ہوتا ہے"؟ نَر نے جواب دینے کو چونچ کھولی تھی۔ مگر کوئی چیز دیکھ کر سہم گیا۔ نیولے نے جس طرف شکر خورہ کی نگاہ جمی ہوئی دیکھی۔ اپنی نظر بھی دوڑائی۔

Taj Tahir Foundation

دیکھا۔ کہ دو گز کا سیاہ فام سانپ پھن پھیلائے گھانس پر سے آہستہ آہستہ سر اُٹھا رہا ہے + نیولا اس کو دیکھ کر یک لخت پھُول گیا۔ لال مُنہ سے لگا کر خار دار دُم تک تمام بال کھڑے ہو گئے۔ آنکھیں قندھاری انار کا دانہ بن گئیں۔ پیٹھ میں خود بخود ایک کُب نکل آیا۔ سانپ بھی بجائے خود ہوشیار ہُوا۔ اس کو بھی معلوم تھا۔ کہ جس گھر میں نیولا ہے۔ وہاں زہریلے بھائیوں کی خیر نہیں۔ پھر بھی نیولے کے دھمکانے کو بولا" سانپ کتنا بڑا ہوتا ہے۔ دیکھ! اور ڈر"۔ یہ کہتا جاتا تھا۔ اور پھن کو اُٹھاتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ زمین سے ڈھائی فٹ اُونچا ہو کر جھومنا شروع کیا + نیولا تھوڑی دیر تک تو سنّاٹے میں رہا۔ مگر پھر فطرت غالب آئی۔ دل میں کہا۔ کہ جس جانور کا گوشت میری امّاں کھلا چکی ہو۔ اس سے کیا خوف کرنا؟ دوسرے اس کو یہ بھی معلوم تھا۔ کہ نیولے کی زندگی کا مقصد یہی ہے۔ کہ سانپوں سے لڑا کرے۔ اور اُن کو سیس کے پاس پہنچایا کرے +

سانپ نے جب دیکھا کہ نیولا آنکھ میں آنکھ ڈالے دیکھے جاتا ہے۔ کہنے لگا۔ اے جنگلی چُوہے! تجھے معلوم

ہے۔ کہ مَیں کون ہوں"؟

نیولا" مُنہ سنبھال کر بات کرو۔ میں جنگلی چوہا نہیں ہوں۔ نیولا ابن نیولا ابن نیولا ابن نیولا ...."+

سانپ"۔ چوہا بن چوہا بن چوہا .... بلکہ اس سے بھی بد تر۔ تو نہیں جانتا مَیں کون ہوں؟ ارے جنگلی چوہے! ہم لوگوں کی پھن پر برھما جی نے اپنی مُہر لگا دی ہے۔ ہم کو اختیار ہے۔ کہ جس جانور کو جس نام سے جی چاہے پکاریں"+

نیولا۔" پہلے چونے کی تغار میں نہا لو پھر یہ کہنا"+

سانپ۔ کالا رنگ سفید سے بہتر ہے۔ دیرپا ہے۔ مَیل خورہ ہے۔ متبرک ہے۔ مگر تُو تو اپنی کہہ۔ موری کے رہنے والے! چوری کا دودھ پینے والے"!

نیولا۔ مَیں چور نہیں ہوں۔ چور وہ جو چوری سے کاٹے۔ شکار نہ کر سکے۔ گرے پڑے پرندوں کے بچّے کھا جائے۔ کبھی آتے جاتے چُہیاں کھا لیں۔ کبھی مینڈک کھا لیا۔ کچھ نہ ملا۔ تو سُستی کے مارے مٹی چاٹ لی ......"+

Taj Tahir Foundation

نیولا جوش میں آکر سانپ کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔ اور اس
فکر میں تھا۔ کہ سانپ سے ایک پالی ہونا چاہیئے۔ شکر خورہ
اُس کو چیخ رہا تھا۔ "ارے بھائی پیچھے دیکھ پیچھے دیکھ"۔
مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔ اتنے میں سانپ کی نگاہ نیولے کے
پیچھے کی طرف پھری۔ یہ اُسی وقت چوکنّا ہُوا۔ ساتھ ہی
شکر خورے کی آواز بھی کان میں آئی۔ فطرتِ کاملہ جانوروں کی
عین وقت پر رہنمائی کرتی ہے۔ نیولے نے بجائے دیکھنے
کے جہاں کھڑا تھا۔ وہیں سے ایک ذقن لگائی۔ اور صاف
ہوا میں اُڑ گیا۔ جونہی اُس کے پاؤں زمین سے اُٹھے۔ وہیں
ناگن کا سر زمین پر گرتا ہُوا دکھائی دیا۔ اور چوٹ خالی جانے
کی پھنکار سُنائی دی۔ اور ابھی ناگن اُٹھنے نہ پائی تھی۔ کہ نیولا
اُس کے اُوپر گرا۔ اور اس طرح کہ دانت ناگن کی پشت پر تھے۔
اور پاؤں زمین پر۔ آدمی کی آنکھ ان جانوروں کی پھرتی کا
تعاقب نہیں کر سکتی۔ نیولا کاٹ کر الگ جا کر کھڑا ہُوا۔
سانپ دانت پیستا رہ گیا۔ اور ناگن کوسنے لگی۔ نیولے
نے کہا۔ "یہ کیا مردی ہے۔ ایک کے مقابلہ میں دو۔ اور
وہ بھی فریب اور دھوکے کے ساتھ۔ ایک ایک کر کے

آجاؤ۔ پھر سیر دیکھ لو"۔ سانپ فی الواقع بُزدل ہوتا ہے۔
کہنے لگا۔ "یار زندہ صحبت باقی۔ پھر دیکھی جائے گی"۔
یہ کہہ کر کالوں کا جوڑا بھاگا۔ اور بل میں گھس گیا۔ شکر خورے
نے پروں سے چیر زدی۔ اور نیولے کی پھرتی کی چونچ
کھول کر تعریف کی۔ سانپ شکر خورے کی آواز سُن کر
پھر بانبی سے نکلا۔ اور اُسے دھمکی کی نظر سے دیکھ کر
کہنے لگا۔ "نیچے اُتر تو بتاؤں"۔
شکر خورہ "نیولا جو نیچے کھڑا ہے۔ اُسے تو بتا لیجئے"۔
سانپ "کیا کہوں میرے پر نہیں۔ نہیں تو سوائے
شکر خوروں کے کچھ نہ کھایا کرتا"۔
شکر خورہ۔ "کوّے سے پر مانگ لو۔ وہ نہ دے تو چیل
سے لے لو۔ آٹھ دن کے واسطے۔ وہ بھی نہ دے۔
تو اُلو کے پاس چلے جانا۔ وہ کوئی تدبیر اُڑنے
کی بتا دے گا"۔
سانپ پیچ و تاب کھاتا ہوا پھن سمیٹ کر پھر
بانبی میں داخل ہُوا۔ شکر خورہ اور اس کی مادہ پھُولوں
پر پھر پھرانے کے لئے چلے گئے۔ نیولے نے چبوترے

Taj Tahir Foundation

پر بیٹھ کر آج کے واقعات کو دل میں دُہرانا شروع کیا۔ "جھپٹ تو اچھی رہی۔ مگر اللہ نے جان بچائی۔ ناگن کی چوٹ خالی گئی۔ دو سانپوں سے ایک وقت میں لڑنا مشکل ہے۔ ایک سے لڑو۔ دوسرا کاٹ کھائے۔ سانپ کے چھالے بھی بہت پھولے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت روز سے اُس نے کسی کو کاٹا نہیں۔ بہر حال ہوشیار رہنا اچھا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ دونوں نر مادہ مِل کر پھر کسی روز گھیر لیں۔ اور یہ جو آدم زاد کی نسل میں بُڈھے کہا کرتے ہیں۔ کہ نیولے کو ایک بُوٹی یاد ہے۔ جس سے سانپ کا زہر اثر نہیں کرتا۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اماں جان جب نباتات پر لکچر دیا کرتی تھیں۔ تو کبھی ایسی بوٹی کا اُنہوں نے ذکر نہیں کیا۔ ساری بات پُھرتی پر موقوف ہے۔ فتح و شکست چُستی و سُستی کا نتیجہ ہے۔ اس لئے جب تک اس گھر میں دونوں سانپ موجود ہیں۔ ذرا کھانا ہلکے پیٹ کھانا چاہیئے۔ مبادا کہ موٹا ہو جاؤں۔ اور سانپ اس بات کو تاڑ کر خم ٹھونکے۔ پھر لڑنا ہی پڑیگا۔

اور اگر ہاتھ پاؤں نے یاری نہ دی۔ تو زندگی کو خیر باد ہے۔" یہ فیصلہ کر کے نیولے نے اُسی وقت سے کھانا کم کر دیا۔

جس مکان میں خان صاحب رہتے تھے۔ اُس کے باہر کوڑا مل حلوائی کی دُکان تھی۔ کوڑا مل کی بڑی مدوّر چربیلی توند اس بات کا ثبوت دیتی تھی۔ کہ ان کی دُکان کا دودھ خالص بھینس کا ہے۔ اور بہت فربہی لاتا ہے۔ جب کوڑا مل دوپہر کو دروازہ بند کر کے قیلولہ فرماتے تھے۔ اور اُن کی خرّاٹوں کی "خپ خپ۔ خر۔ شر۔ پھوہ"۔ سڑک پر سے راہ گیر سُنتے جاتے تھے۔ تو نیولے گِرد و پیش کی دُکانوں اور نالیوں میں سے نکل کر دُکان میں آ جاتے۔ اور کڑھاؤں کا اس طرح محاصرہ کر لیتے۔ جیسے باغیوں نے لکھنؤ کا کیا تھا۔ ہمارا ہیرو بھی کبھی کبھی تفریحاً چلا جاتا۔ اور اپنے سے بڑی عمر کے نیولوں کی باتیں سُن کر تجربہ حاصل کرتا تھا۔ جس دن ناگن سے نیولے کی ایک جھپٹ ہوئی تھی۔ اُس کے دوسرے دن نیولا دوپہر کو کوڑا مل کی دُکان

Taj Tahir Foundation

میں گیا۔ کوڑا مل اُلٹے سیدھے خرّاٹے لے رہے تھے۔ "خپ خپ۔ خرُ۔ شر۔ پھُوہ"۔ ناک کے نتھنے۔ ہونٹ۔ زبان۔ ہر ایک عضو بجائے خُود خرّاٹوں میں ایک خاص کام دے رہا تھا۔ دُور سے اُن کی آواز کبھی دُودھ اُچھالنے کی آواز سے مشابہ معلوم ہوتی تھی۔ کبھی یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ چھاچھ بلو رہے ہیں۔ کبھی دُودھ دُہنے کی آواز پیدا ہوتی تھی۔

ہر نفسے کہ فرو میرود مُمدّ حیات است و
چوں برمے آید مُفرّح ذات ؛

نیولے اس آواز کو کوڑا مل کی غفلت کی علامت سمجھتے تھے۔ یا یہ سمجھو کہ محاصرہ کا بگل سمجھتے تھے۔ اور چارطرف سے اِکٹھے ہو کر کڑھاؤ پر حملہ کرتے تھے۔

جس وقت ہمارا دُم دار دوست دُکان میں داخل ہُوا۔ محاصرہ بڑی سرگرمی سے ہو رہا تھا۔ نیولے کڑھاؤ کی دیوار پر بڑے زور شور سے چڑھ رہے تھے۔ دُمیں زمین پر پھیلی ہوئی تھیں۔ پچھلی ٹانگوں پر پنجوں کے بل کھڑے ہوئے اگلے پنجے کڑھاؤ پر جمے ہوئے تھے۔ تھوتھنیاں دودھ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ملائی کنارے پر سے خود بخود

غایب ہوئے جاتی تھی۔ اور اگر دودھ بہت گرم نہ ہوتا تو قلعہ خالی ہی کر لیا تھا۔ مگر کوڑا مل اُن آفریدیوں کے خوف سے چولھا گرم رکھتے تھے۔ جب چک چک وہاں پہنچا۔ تو اپنی قوم کے دستور کے موافق ایک بڈھے لنگڑے نیولے کو سر اُٹھا کر اگلے دونوں پاؤں ملا کر سلام کیا۔ نیولے جب آپس میں سلام کرتے ہیں۔ تو ایک کہتا ہے۔ "اللہ بھوک لگائے"۔ دوسرا جواب میں کہتا ہے۔ "اللہ گوشت کھلائے"۔ مزاج پُرسی کے وقت فقط ناک کے نتھنے ہلاتے ہیں۔ جب فریقین سلام و دُعا کے مدارج سے فارغ ہوئے۔ تو چک چک نے کہا "آپ تو دودھ پی رہے ہیں۔ اور میں آپ کی باتیں سُننے آیا تھا"۔

لنگڑا "کیا کروں بیٹا؟ جب سے ٹانگ گئی۔ شکار کے کام کا ہی نہیں رہا۔ نہ پرند کھایا ہے۔ نہ سانپ چکھا ہے۔ دُودھ ہی پر گزارہ ہے"۔

چک چک۔ "مجھے کئی دفعہ خیال آیا۔ کہ آپ سے پُوچھوں کہ ٹانگ پر صدمہ کیونکر آیا۔ موقع نہ ملا"۔

لنگڑا "برخوردار! تقدیر میں جو نقصان ہوتا ہے۔ وہ

Taj Tahir Foundation

پہنچ کر ہی رہنا ہے۔ ٹھہرو میں ایک دو گھونٹ
دُودھ کے اَور پی لوں۔ پھر بیان کروں گا۔ آج کا
دُودھ تو گرم اِتنا ہے۔ کہ مُنہ نہیں ڈالا جاتا۔ خیر
اُوپر اُوپر سے ذرا ملائی کھا لیتا ہوں"۔

یہ کہہ کر لنگڑے نے چار مُنہ ملائی پر مارے۔ اور
تھوتھنی زبان سے صاف کر کے اپنی ٹانگ ٹوٹنے کا حال
یُوں بیان کرنے لگا:۔

"برخوردار چک چک! میری عمر تمہارے جتنی ہوگی۔ کہ
ایک دِن شروع بارش کے موسم میں گرمی کے سبب
اپنے بِل سے باہر نکل آیا۔ اور اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ کالا
ابر چھایا ہُوا تھا۔ ہوا بالکل بند تھی۔ مجھے معلوم تھا۔ کہ
مینہ آنے والا ہے۔ اس خیال سے کہ مبادا بارش ہو جائے۔
اور شکار نہ ملے۔ میں اپنے بل سے باہر نکلا۔ مینا کے
بچّے اُن دنوں میں گھونسلے سے اُتر آتے ہیں۔ مگر ابھی
اچھی طرح اُڑ نہیں سکتے۔ میں نے ایک بچّے پر گھات
لگائی۔ اور پکڑ لیا۔ میری بیوی جس کو میں نے ایک اَور
نیولے سے لڑ کر چھینا تھا۔ بچّے دینے والی تھی۔ اور کئی

گھنٹے سے بھوکی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے شکار اس کو لے جا کر
دے دیا۔ اور آپ دوسرے شکار کی فکر میں باہر آیا۔ مینائیں
دیواروں پر بیٹھی ہوئی غل مچا رہی تھیں۔ بچّے چونچیں
کھولے پر پھیلائے اپنی امّاں باوا سے چوگا مانگ رہے
تھے۔ امّاں باوا میری طرف دیکھ رہے تھے۔ دُور ہی دور
سے ٹھونگیں مارنے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر میرے پاس
کوئی نہ پھٹکتا تھا۔ نر گالیاں دے رہے تھے۔ مادائیں
کوس رہی تھیں۔ نیولے کی چپ مشہور ہے۔ میں اپنے
فکر میں تھا۔ کہ یکایک بہت سا شور ہُوا۔ اور میرے
آگے سے ایک بِلّی کبوتر لئے ہوئے بھاگ کر نکلی۔ اُس
کے پیچھے ایک آدمی لکڑی لئے ہوئے بھاگا ہُوا آ رہا تھا۔
مَیں جست کر کے رستے سے بچ گیا۔ آدمی نے بِلّی کو جا لیا۔
مگر وہ پھُرتی سے کبوتر کو پھینک کر دیوار پر چڑھی۔ دیوار
بہت اُونچی تھی۔ چڑھا نہ گیا۔ آدمی نے لکڑی ماری۔ مگر
چوٹ خالی گئی۔ اور بِلّی نکل گئی۔ حتّٰے کہ دونوں میری نظر
سے اوجھل ہو گئے۔ کبوتر پڑا ہُوا تڑپ رہا تھا۔ مَیں
نے دِل میں کہا۔ کہ یہ شکار خُدا نے مجھے دیا ہے۔ دوڑ کر

Taj Tahir Foundation

اُسے پکڑ لیا۔ اور اپنے بل کی طرف لے گیا۔ دروازے پر
لے جا کر اچھی طرح اُس کا خون پیا۔ پھر ایک دوڑ لگا کر پیٹ
بھر کر گوشت کھایا۔ یہ میرا آخری شکار تھا۔ اب نیند کا غلبہ ہُوا۔
بل میں آیا۔ وہاں میری بیوی نے مینا کے بچّے کو صاف
کر رکھا تھا۔ کچھ مَیں نے اُس میں سے بھی چکھا۔ باقی اُس
نے کھایا۔ پھر ہم دونوں سو گئے + سوتے میں پیاس لگی۔
پانی ہمارے گھر سے بہت دور تھا۔ اکثر ہم لوگ ایک کوئیں
پر جا کر پانی پیا کرتے تھے۔ مگر اُس روز اُدھر نہیں گئے۔
جس باغ میں تم رہتے ہو۔ اُس میں چلے گئے + وہاں کُواں
تو نہیں تھا۔ کیونکہ یہ تو اَب تمہارے زمانے کی باتیں ہیں۔
مگر روشوں میں پچھلی بارش کا پانی کھڑا ہُوا تھا۔ ہم دونوں
نے پانی پیا۔ اَب میں اتنا بھاری ہو گیا تھا۔ کہ چلنا
بھی مشکل ہو گیا تھا۔ گھر کی طرف مُڑے ہی تھے۔ کہ ایک
کالا سانپ اور پیچھے اس کے ناگن گھاس پر گھسٹتی ہوئی
میرے سامنے سے گزرے + سانپ کی نظر بھی مجھ پر پڑی۔
مَیں نے دل میں کہا۔ غضب ہو گیا۔ ابھی میں نے کھانا
کھایا ہے۔ اور ابھی یہ کم بخت میرے سامنے آ گیا۔ لڑنے

کی خود میں ہِمّت نہیں دیکھی۔ پھر یہ خیال آیا۔ کہ ایک
دن مرنا تو ہے ہی۔ پھر سانپ سے کیا دبنا۔ اس سے
بھاگنا نامردی ہے۔ تمام نیولے کہیں گے۔ کہ سانپ سے
بھاگ گیا + یہ سوچ کر میں ٹھہر گیا۔ نیولی بھی ہوشیار ہو گئی
تھی۔ اُس کی طرف میں نے دیکھا۔ وہ فوراً میرا مطلب
سمجھ گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اس چڑ بل ناگن سے میں سمجھ
لوں گی۔ تم مرد مرد آپس میں بھگت لو + سانپ میرے
سامنے آیا۔ اور کہنے لگا "میرے باغ میں تم لوگ کیوں
آئے ہو"؟ میں نے جواب دیا۔ کہ "پانی پینے آئے تھے۔ تم
لوگوں میں کچھ دم ہے۔ تو روک لو"۔ سانپ نے کہا۔
"لو تو پھر ہوشیار ہو جاؤ"۔ یہ کہہ کر ظالم نے میری ٹانگ
پر مُنہ مارا۔ میری نظر اُس وقت ناگن پر تھی۔ کہ میں تو
اُدھر باتیں کر رہا تھا۔ اور وہ میری مادہ سے جا کر
گُتھ مُتھ بھی ہو گئی تھی۔ اتفاق سے ناگن بھی انڈوں پر
تھی۔ اس لئے دونوں پیٹ والیوں کے جوڑ برابر
تھے۔ مَیں برخلاف اس کے کھانا کھائے ہوئے تھا۔
سانپ بھوکا تھا۔ شدنی امر تھا۔ مُنہ اُس کا ٹانگ پر

Taj Tahir Foundation

پڑ گیا۔ بڑی اُنگلی میں کاٹا۔ اُس وقت میں اتنا بھاری
تھا۔ کہ اس معمولی چوٹ سے بھی نہ بچ سکا + چوٹ اُس
کی پوری ہوئی۔ مگر میں نے اُس کا مُنہ وہاں سے اُٹھنے
نہ دیا۔ ابھی کھُلنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ میں نے دونوں جبڑے
ملا کر پکڑ لئے۔ نیولے کے اس داؤ سے سانپ بڑا عاجز
ہو جاتا ہے۔ اگرچہ گردن کا داؤ بھی اچھا ہے۔ کہ اس میں
سانپ جلدی سے مر جاتا ہے۔ لیکن اس داؤ کی خوبی
یہ ہے۔ کہ سانپ لپیٹ نہیں سکتا + اُس کے منہ پر قفل
لگتا تھا۔ کہ وہ کھڑا ہو گیا۔ اور مجھے زمین پر پٹکنا شروع کیا۔
جوڑ جوڑ میرا ہلا مارا۔ مگر ہر پٹخنے پر میرے دانت اُس کے
دماغ میں اَور گھُستے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ڈھیر
ہو گیا۔ مَیں اس کی لاش پھینک کر اپنی مادہ کی خبر لینے
چلا۔ وہاں وہی کشتی دیکھی۔ ناگن نے اُس کو لپیٹ رکھا
تھا۔ اور اُس نے ناگن کی گردن پکڑ رکھی تھی۔ لیکن ناگن
انڈوں پر تھی۔ اس لئے اس کی لپیٹ ہلکی تھی۔ ورنہ یہ
بھی پیٹ والی تھی۔ اُس کی لپیٹ میں اس کا کام تمام
ہو جاتا۔ میں نے اشارہ کیا۔ کہ گردن چبا کر اس کا سر

الگ کر دے۔ پھر یہ آپ ڈھیلی پڑ جائے گی۔ اُس نے
گردن سے اشارہ کیا۔ کہ مجھ سے نہیں چبایا جاتا۔ آخر
مَیں نے بھی ناگن کے مُنہ میں قفل ڈالا۔ اور اپنے قبضے
میں کر کے نیولی کو چھُڑایا + ناگن ڈھیر ہو گئی + اب مجھے
خیال آیا۔ کہ میرے سانپ نے کاٹا ہے۔ کچھ بندوبست
کرنا چاہیئے۔ نیولی سے میں نے کہا "تم میری ٹانگ
میں سے وہ اُنگلی کاٹ دو۔ جس میں سانپ نے کاٹا ہے" +
اُس نے تھوڑی سی پس و پیش کر کے کتر دیا + بہت سا خون
گیا۔ مگر وہ اُنگلی سڑنی شروع ہو گئی + چند روز میں ہاتھ کی باقی
اُنگلیاں بھی گلنی شروع ہو گئیں۔ ایک ایک کر کے سب گر
گئیں۔ کلائی کی نوبت آئی۔ مَیں بہت دُبلا اور ناتوان ہو گیا۔
شکار تو کجا چلا پھرا بھی مشکل سے جاتا تھا۔ نیولی کچھ چھوٹا موٹا
شکار مار لیتی۔ کبھی میں اُٹھتا بیٹھتا اِس دُکان میں آ جاتا۔ اور
دُودھ پی جاتا +

"ایک دن ایسا اتفاق ہُوا۔ کہ مَیں بھوک سے عاجز
آ گیا۔ رات کو آذوقہ کی تلاش میں گھر سے باہر نکلا۔ میرے
گھر کے پاس جو آدمیوں کا گھر ہے۔ اس میں چلا گیا۔ کچھ

Taj Tahir Foundation

لکڑی - کچھ لوہے کی ایک چھوٹی سی کوٹھری نیولے کے قد
کے برابر اونچی رکھی ہوئی تھی - مَیں نے اس میں گوشت کی
بوٹی دیکھی - دروازہ اُس کا اُٹھا ہُوا تھا - اندر چلا گیا + گوشت
کا ٹکڑا کسی چیز میں لٹکا ہُوا تھا - ٹکڑے کا کھینچنا تھا - کہ
دروازہ کھٹ سے بند ہوگیا - اور میں اندر رہ گیا - کھانا پینا
تو کس کا؟ بھاگنے کی فکر ہوئی "+

چک چک - آپ کا قطعِ کلام معاف ! جس گھر میں مَیں
رہتا ہوں - اُس میں بھی ایک چیز اسی قطع کی رکھی
ہوئی ہے - مگر اس میں چوہے - گھونسیں وغیرہ
پکڑی جاتی ہیں "+

لنگڑا " ہاں وہی - اس میں چوہے - نیولے - گھونسیں -
چھچھوندریں سب ہی کچھ پکڑے جاتے ہیں - غرض
مَیں نے بہت سر مارا - کہیں رستہ نہ ملا + جس لوہے
کے ٹکڑے میں گوشت کی بوٹی اٹک رہی تھی - وہ
میری دُم اور پیٹھ سے لگ کر کھڑ کھڑ بولتا تھا + اُس
کی آواز سے گھر والے جاگ اُٹھے - اور ایک مادہ
آدمی جلدی سے روشنی لے کر آئی - اور ایک نر

آدمی لکڑی لایا - مَیں نے دونوں کی شکل دیکھ کر خیال کیا -
کہ آج اجل آئی ! یہ نر آدمی زندہ نہیں چھوڑے گا +
برخوردار چک چک ! اس وقت جو میرے دل کی
حالت تھی - تم سے کہہ نہیں سکتا - نیولی اور بچّے
یاد آرہے تھے - بچّے اُس وقت فقط تین دن کے
تھے - ٹھنڈا بل - بال بچّے - آزادی تندرستی کا
زمانہ ! سب کچھ نظروں کے سامنے تھا +

اپنی طاقت کے زائل ہونے اور ٹانگ کے جاتے
رہنے پر بڑا افسوس آرہا تھا - ورنہ دروازہ کھلتے ہی
مَیں نکل جاتا - آدمی کی لکڑی اور نیولا کھا گیا - تو نیولا
کاہے کا رہا - گھونس ہوگیا - مگر مَیں تین ٹانگ کا تھا -
کیا ہو سکتا تھا - تن بہ تقدیر کہہ کر مَیں اُن کو دیکھتا رہا -
کہ کیا کرتے ہیں - مادہ آدمی نے روشنی لاکر مجھے دیکھا "+

چک چک " معاف کیجئے گا - پھر مجھے ایک بات یاد آئی -
آدمیوں میں نر اور مادہ کی علامت ہوتی ہے " ؟

لنگڑا - ہم نے تو اپنے بڑوں کی زبانی یہی سُنا ہے - کہ جس
کے مُنہ پر بال ہوتے ہیں - وہ نر ہوتا ہے - جس کے

Taj Tahir Foundation

مُنہ پر بال نہیں ہوتے۔ سر پر لمبے لمبے بال ہوتے ہیں۔ وہ مادہ ہوتی ہے۔ نر ہمیشہ ہاتھ پاؤں میں مادہ سے زبردست ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم لوگوں میں ہوتا ہے۔ اسی طرح نر شہ زور بھی ہوتا ہے۔ اور لڑنے بھڑنے۔ مار کُٹائی کا کام وہی کیا کرتا ہے۔ غرض مادہ نے مجھے دیکھ کر ایک چیخ ماری۔ آدمی کی مادہ ڈرپوک بہت ہوتی ہے۔ والدِ قبلہ اللہ اُن کو غریق رحمت کرے۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ دو پاؤں کے جانوروں میں مادہ کے لئے ڈرپوک ہونا خوبی میں داخل ہے + نر نے بھی مجھے دیکھا۔ اور دونوں اپنی بولی میں کُچھ کہہ کر چلے گئے۔ اور پڑ کر سو رہے۔ مَیں رات بھر اسی گھر میں پڑا پھرا۔ کوئی صُورت نِکلنے کی نہ ہوئی۔ صُبح کو سارے گھر کے لوگ میرے گرد جمع ہو گئے۔ اور ہر ایک نے مجھے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے تھوڑا سا پانی دیا۔ اور ایک گوشت کی بوٹی رکھ کر سب چلے گئے۔ مَیں رات کا بھُوکا

تھا۔ گوشت کھایا۔ اور پانی پیا۔ مگر دل میرا بہت بے چین تھا۔ اُسی عالم میں سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ نیولی اور بچّے میرے پاس آئے ہیں۔ اور اس خانے کو توڑ کر مُجھے چھڑا کر لے گئے ہیں + اتنا دیکھنے پایا تھا۔ کہ میری ٹانگ پر جو پٹّی ہوئی تھی۔ ایک چیز لگتی معلوم ہوئی + میں چونک پڑا۔ مگر نر آدمی نے ایک آواز ایسی نکالی۔ جو ہماری تمہاری بولی سے کُچھ مِلتی جُلتی تھی۔ پھر مَیں نے غور سے دیکھا۔ تو ایک تِنکے پر کچھ بُودار چیز لگائے ہوئے میری زخمی ٹانگ پر لگا رہا تھا۔ اس کے لگنے سے مجھے کچھ ایسا آرام آیا۔ کہ بیٹا چک چک تمہارے دانتوں کی قسم میں نے پاؤں پھیلا دیا + نر آدمی نے وہ چیز اچھی طرح لگائی۔ تین دن میں اس قید خانے میں بند رہا۔ مگر اُن لوگوں نے مجھے کسی طرح کی تکلیف نہ دی۔ دودھ۔ گوشت۔ پانی برابر میرے پاس موجود رہتا تھا + چوتھے روز میں بالکل اچھا ہو گیا۔ اُس روز مادہ آدمی نے

Taj Tahir Foundation

میرے قید خانے کا دروازہ کھولا۔ میں اِس میں
سے نکل کر ذرا ان لوگوں کے پاؤں سے بچتا ہوا اپنے
گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جب گھر آیا۔ تو تمام قصہ
نیولی سے بیان کیا۔ وہ بے چاری بہت پریشان
تھی۔ روتے روتے اس کی ناک سوج گئی تھی۔ پھر
ہم دونوں نے عہد کیا۔ کہ آدمی کے دشمن سے ہمیشہ
لڑیں گے۔ اور اگرچہ میں لڑنے کے لائق نہیں رہا۔
مگر اپنی اولاد کو جو ہر سال ہوتی ہے۔ برابر یہی نصیحت
کرتا رہتا ہوں۔ کہ آدمی کے دشمن یعنی ناگ سے
ہمیشہ لڑنا۔ جہاں ملے مار ڈالنا۔ چاہے اس میں
اپنی جان جاتی رہے۔ میاں چک چک! یہ قصہ
ہے میری ٹانگ کا جو تم کو سنایا۔ اب اس آدمی
کے جاگنے کا وقت آیا۔ تھوڑا سا دودھ اور پی
لوں۔ پھر رخصت"۔

چک چک کا دماغ فلسفیانہ سانچے میں ڈھلا تھا۔
اُس نے دکان میں ہی اِس قصہ کے اُن نتائج پر جو
نیولے کے واسطے مفید ہو سکتے ہیں۔ غور کرنا شروع

کر دیا تھا۔ مگر لالہ کوڑا مل کی آنکھ کھل گئی۔ پہلے اِن کو
دو سیکنڈ میں سات چھینکیں آئیں۔ جن سے اُن کے
پیٹ کو سخت جنبش ہوتی تھی۔ کوڑا مل کی آواز چھینکنے
میں کچھ معدنی آواز ہو جاتی تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ دودھ
کے بننے پر کفچہ پڑ رہا ہے۔ نیولے سب منتشر ہو گئے۔
کوڑا مل نے دکان کے کواڑ کھولے۔ اور چبوترے پر
بیٹھ کر کھانس کھانس تھوکنا شروع کیا۔

چک چک اَور نیولوں کے ہمراہ دکان سے نکل
گیا تھا۔ اپنے گھر پہنچا۔ سعید کو منتظر پایا۔ جاتے ہی
اس کے کندھے پر چڑھ گیا۔ سعید نے اس کو ایک
بوٹی دی۔ جو چک چک نے قوّت ذائقہ کے پورے
احساس کے ساتھ جس طرح کوئی شکم پرور مُلّا کسی جواں مرگ
کے فاتحہ کی بریانی کھاتا ہے۔ وہیں بیٹھے بیٹھے نوش فرمائی
اور دونوں ہاتھ سے نیولوں کی تہذیب کے موافق سلام
کیا۔ سعید اُس کو اُتار کر لکھنے پڑھنے میں مصروف ہوا۔
اور چک چک پانی کی گھڑونچی کے نیچے جا بیٹھا۔ اور
لنگڑے نیولے کی سرگزشت پر کان کھجا کھجا کر نتائج ذیل

Taj Tahir Foundation

قائم کرنے لگا :-

(۱) کبوتر جہاں تک ہو سکے کم کھانا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا خون اور گوشت دونوں پیاس لگاتے ہیں + نیز سردی میں مضائقہ نہیں ÷

(۲) بہت پیٹ بھر کر کسی قسم کا گوشت نہ کھانا چاہیئے ÷

(۳) دو سانپوں سے اکیلے لڑنا ٹھیک نہیں ÷

(۴) کالے سانپ پر ہمیشہ قفل کا داؤ ڈالنا چاہیئے۔ لیکن اگر اُس کا مُنہ بڑا ہو؟ پھر سوچیں گے!

(۵) برسات میں باہر پھرنے کے وقت بھوکا ہی رہنا چاہیئے ÷

(۶) چوہا پکڑنے کے خانے میں نہ گھسنا چاہیئے۔ خواہ بھوکے ہی کیوں نہ ہوں؟

اِن نتائج کے قائم کرنے کے بعد نیولے کا وقت کچھ نہ کرنے اور اِدھر اُدھر پھرنے میں گزر گیا۔ جس طرح اکثر آدمیوں کا گزر جاتا ہے + جب رات ہوئی۔ اور گھر والے سو گئے۔ نیولے نے گشت لگانا شروع کیا۔ پہلے چبوترے کی ہوا کھائی۔ پھر اندر گیا۔ اور بڑے کمرے میں

ٹہلنے لگا۔ اندھیرے میں اس کو ایک آواز چوہے کی آواز سے مشابہ سُنائی دی۔ لیکن چوہے سے اتنی مختلف تھی۔ کہ اُس کے دل میں تفتیش کا خیال پیدا ہوا۔ جس طرف سے آواز آ رہی تھی۔ اُس طرف گیا۔ مگر اُس کے پہنچنے سے پہلے وہ آواز بند ہو گئی + نیولے کو ٹٹولنا پڑا۔ پھرتے پھرتے اس کا پاؤں ایک جان دار نرم نرم چیز پر جا پڑا۔ اور اُسی وقت اُس نے ایک ذقن لگائی۔ اور پیچھے ہٹ کر گرا۔ پھر بلند آواز سے پوچھا "تو کون ہے"؟ ایک روتی ہوئی آواز آئی۔ "لونڈی کو چھچھوندر کہتے ہیں" ÷

چک چک۔ "چھچھوندر کیا ہوتی ہے؟ اُجالے میں چل کر مجھے اپنی صورت دکھاؤ" ÷

چھچھوندر۔ "میرے چچا چوہے نے مجھے یہاں بھیجا تھا۔ کہ اس گھر میں جا کر کچھ ٹکڑے ریزے کھا آیا کر۔ میں دیوار کے برابر پھرتی ہوں۔ کچھ مل جاتا ہے۔ کھا لیتی ہوں" ÷

نیولے نے کہا۔ "بکواس مت کر۔ چل باہر

Taj Tahir Foundation

مجھے اپنی صُورت دِکھا۔" یہ کہہ کر اُس کا کان پکڑ کر گھسیٹتا ہُوا لے چلا + چھچھوندر نے رونا شروع کیا۔ کہ "مجھے مارو نہیں۔ میں تمہاری دُعاگو ہوں۔ اگر مجھے چھوڑ دو گے۔ تو ایک بات کہوں گی۔" نیولے نے باہر لاکر اُسے چھوڑ دیا اور کہا۔ "کہہ" چھچھوندر نے پنجے سے آنسو پونچھے۔ اور چاروں طرف دیکھنا شروع کیا +

چک چک۔ "دیکھتی کیا ہے؟ کہہ جو کچھ کہنا ہے۔ نہیں تو جانتی ہے۔ کہ میں بھی اپنے نام کا نیولا ہوں۔ تیری دُم پکڑ کر دو پٹخنیوں میں دم نکال دوں گا" +

چھچھوندر۔ "میں دیکھتی ہوں۔ کہ کہیں سانپ یا سانپنی تو یہاں نہیں۔ ایسا نہ ہو وہ کہیں سُنیں؟"

چک چک۔ "سانپ سے کیوں ڈرتی ہے؟ میں موجود ہوں؟" +

چھچھوندر۔ اور جس وقت تم نہ ہو گے۔ تو وہ میرا کام تمام کر دے گا۔ خدا کے واسطے ذرا آہستہ بولو۔ سُن

لے گا۔ تو میں پھر کہیں کی نہ رہوں گی۔" یہ کہہ کر بڑھیوں کی طرح پھر رونے لگی +

چک چک۔ روئے جائے گی۔ تو ماروں گا۔ بات کہہ اور جلدی سے کہہ؟"

چھچھوندر۔ اچھا تو تم اچھی طرح دیکھ لو۔ مجھے کم سوجھتا ہے" +

چک چک نے پچھلے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو۔ اِدھر سر پھیرا۔ اُدھر پھیرا۔ پھر کہنے لگا۔ "کہیں نہیں جلدی کہہ۔" چھچھوندر نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "یہاں نہیں۔ غسل خانے میں چلو تو کہوں گی" +

چک چک۔ "تو نے بڑا حیران کیا۔ چل غسل خانے میں چل۔ اگر وہاں نہ بتایا۔ تو تیری دُم کاٹ لوں گا" +

دونوں غسل خانے میں گئے۔ چھچھوندر (کر کان)

نیولے سے زیادہ تیز ہوتے ہیں۔ غسل خانے میں گھستے ہی اُس نے کہا۔ کہ "سُنو! جو کچھ میں کہا چاہتی تھی۔ وہ تم اپنے کانوں سُن لو۔" نیولے نے چھچھوندر کے اشارے سے غسل خانے کی موری کی طرف کان لگائے۔ تو باہر

Taj Tahir Foundation

سے فوں فوں! سوں سوں! کی آوازیں آ رہی تھیں۔
سانپ اور سانپنی باہر چاندنی میں باتیں کر رہے تھے +
نیولے نے چھچھوندر کو اشارہ کیا۔ کہ "تو تو چل دے"۔
اور آپ موری کے پاس کان لگا کر سننا شروع کیا +
رات آدھی سے زیادہ جا چکی تھی۔ چاروں طرف خاموشی
چھائی ہوئی تھی۔ فقط برساتی جھینگروں کی آواز سے باغ
میں ایک قدرتی بینڈ بج رہا تھا +

تارے چاند کی روشنی سے کچھ ماند ہو رہے تھے۔ مگر
شبنم کے قطرے جو درختوں پر پڑے ہوئے تھے۔ چاند
کا عکس ڈال کر اس کمی کو کسی قدر پورا کر رہے تھے۔ ہر
ایک [illegible] ہوئی تھی۔ نیولے نے اس خوش وقتی کا
فائدہ اٹھایا۔ اور سانپ سانپنی کی یہ گفتگو سنی:۔
ناگن "جب گھر خالی ہو جائے گا۔ تو نیولا بھی چلا جائے گا۔
پھر باغ ہمارا ہے۔ اب تم جاؤ۔ اور پہلے نر آدمی
کو کاٹنا۔ پھر ہم دونوں مل کر نیولے کی خبر لے
لیں گے۔ کیونکہ مادہ آدمی اور بچے سے ہم کو کچھ
خوف نہیں"۔

سانپ "لیکن ان لوگوں کے مارنے سے کیا فائدہ"؟
ناگن "مرد تو بے وقوف ہوتے ہیں۔ یا تم اکیلے
بے وقوف ہو؟ فائدہ نہیں تو کیا ہے؟ اول تو
یہ کہ نیولا آدمی کے ساتھ رہتا ہے۔ جب آدمی نہ
ہوگا۔ نیولا بھی نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ دو ایک
روز میں میرے انڈوں میں سے بچے نکلنے والے
ہیں۔ اُن کو بھی چلنے پھرنے اور خاموشی کی
ضرورت ہے۔ اکیلا گھر چاہئے یا نہیں"؟
سانپ "اری واہ میری ناگنی! تو قطعی سیس ناگ
کی اولاد ہے۔ میرے تو خواب میں بھی یہ بات نہیں
آئی تھی۔ مگر نیولے کے مارنے کی کچھ ضرورت نہیں۔
میں ابھی جاتا ہوں۔ اور نر آدمی کے پہلے کاٹتا ہوں
پھر اس کی مادہ کو۔ پھر اس کے بچے کو۔ تینوں کا
جب ڈھیر ہو جائے گا۔ مکان آپ خالی ہو جائے گا۔
پھر نیولا بھی چلا جائے گا"۔
یہ سن کر نیولے کا غصہ کے مارے برا حال ہو گیا۔
آنکھیں لال ہو گئیں۔ نتھنے کشادہ ہو گئے۔ سانس

Taj Tahir Foundation

جلدی جلدی چلنے لگا۔ پشم تمام کھڑی ہوگئی۔ دُم پھول کر
چمنی صاف کرنے کا برُش بن گئی۔ دل میں آئی کہ فوراً
موری میں سے باہر نکل کر کھلے میدان سانپ سے لڑے۔
لیکن اتنے میں سانپ کا سر موری میں داخل ہوا۔ اور
نیولا چپکے سے ایک کونے میں کھسک گیا + سانپ
کا پھن اندر آیا۔ اور اُس کے پیچھے چھ فٹ کی لمبی
رسّی آہستہ آہستہ داخل ہوئی + نیولے کو اگرچہ غصّہ
آرہا تھا۔ مگر سانپ کے اتنے لمبے بدن سے دہشت
آئی۔ اور خوف کے مارے اس کا خون جمنے لگا + سانپ
نے چار فٹ کی کنڈلی ماری۔ اور دو فٹ کھڑے ہو کر
پہلے جھوم کر چاروں طرف دیکھا۔ نیولا گھڑونچی کے
نیچے ایک پُرانی ٹھلیا کے پیچھے ہو بیٹھا تھا۔ اور وہیں
سے سانپ کی حرکات کو غور سے دیکھتا رہا۔ سانپ
نے پھر موری میں منہ ڈال کر کہا "نر آدمی نے
ایک دفعہ ایک افعی کو مارا تھا۔ تو اُس کے ہاتھ میں
لکڑی تھی۔ اگر لکڑی اس کے پاس ہوئی تو کاٹنا مشکل
کیا۔ پاس جانا بھی مشکل ہے۔ اگر کاٹ بھی کھایا۔ تو

مرنے سے پہلے وہ مجھے مار دے گا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ
یہاں سیلی زمین پر سو رہوں۔ جب صبح کو وہ یہاں نہانے
آئے تو یقین ہے۔ لکڑی ساتھ نہ ہوگی۔ یہیں بھگت
لوں گا۔ سُنا تو نے؟ ناگن! او ناگن! او ہو چلی گئی۔
اس کو تو انڈوں کی پڑی ہوئی ہے۔ ذرا باہر نکلتی ہی
نہیں۔ خیر اب تم ذرا سو رہو۔ صبح بہت دُور ہے"۔
یہ کہہ کر سانپ نے کنڈلی مار لی۔ اور مُنہ کنڈلی کے
اُوپر سے ذرا سا باہر نکال کر سو گیا + چک چک نے
دیکھا۔ کہ سیس ناگ کا ولیعہد آرام میں ہے۔ دل
میں کہا۔ کہ ذرا اس کی نیند اور غافل ہو جائے۔ پھر
تقدیر آزمائی کرنی چاہیئے۔ مگر یہ تو بہت موٹا ہے۔
نہ تو اس پر قفل کا داؤ چل سکے گا۔ نہ گردن منہ میں
آئے گی۔ کیا کیا جائے + آؤ اس کی کھوپڑی چباؤ۔
پشت پر پنجے جم جائیں۔ اور دانت کھوپڑی میں گڑ
جائیں تو فیصلہ ہے۔ مغز چبا کر کام تمام کر دوں گا + یہ
سوچ کر دبے پاؤں آہستہ آہستہ سانپ کی طرف بڑھنا
کیا۔ قریب پہنچ کر ایک جست کی۔ نیولے کی جست

Taj Tahir Foundation

پوری نہ ہونے پائی تھی۔ کہ سانپ کی آنکھ کھل گئی۔ اور
اُس نے پھرتی سے سر چُرایا۔ نیولے کا نشانہ تو خطا ہوا۔
پھر بھی پھن کے قریب دانت گڑ گئے۔ مگر پشت پر پہنچے
نہ جم سکے + سانپ کھڑا ہو گیا۔ اور نیولے کو جھٹکنا شروع
کیا۔ نیولے نے گرفت ایسی بے ڈھب کی تھی۔ کہ سانپ
نے بہت سر مارا۔ اور نیولے کو دے دے پٹخا۔ لیکن
نیولے کے دانت جتنے باریک ہوتے ہیں۔ اتنے ہی
مضبوط ہوتے ہیں۔ سانپ کو اتنی تکلیف ہو رہی تھی۔
کہ اپنے بچانے میں نیولے کو کاٹنا بھی بھول گیا۔ اُس
وقت کا تماشا دیکھنے کے لائق تھا۔ سانپ نیولے کو
اس طرح جھنجھوڑیاں دے رہا تھا۔ جیسے بلّی بڑے
چوہے کو دیتی ہے۔ نیولے کے چاروں ہاتھ پاؤں
بے کار تھے۔ اور فقط مُنہ ہی کام دے رہا تھا۔ جب
سانپ اُس کو پٹختا۔ تو نیولے کے پچھلے پاؤں قدرتی
طور پر زمین پر ٹک جاتے اور گرنے کا صدمہ ہلکا
پڑ جاتا۔ جب دو منٹ برابر یہ ہی ہنگامہ رہا۔ تو سانپ
بے آپے ہو گیا۔ اور بجائے نیولے کو پٹکنے کے اپنے تئیں

دے دے مارنا شروع کیا۔ اتفاق سے غسل خانے
میں کھلی۔ مہندی۔ اُبٹنہ۔ صابون وغیرہ کی پیالیاں اور
جھانواں جس طاق میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ کسی قدر
نیچا تھا۔ سانپ نے کئی دفعہ نیولے کو اِس طاق میں
دے مارا۔ اور کئی دفعہ خود بھی اُس کی دم وہاں تک پہنچی
غرض جتنی چیزیں اُس میں رکھی تھیں۔ سب یکے بعد
دیگرے نیچے گر پڑیں + ان متواتر آوازوں سے جن
کے ساتھ سانپ کی بیتابانہ پھنکاریں بھی شامل تھیں۔
خان صاحب کی آنکھ کھلی۔ بیوی کو جگایا۔ اور لکڑی ہاتھ
میں لے کر غسل خانے کی طرف آئے +

بیوی لمپ لئے ہوئے ساتھ ساتھ آئیں + خان
صاحب نے جونہی غسل خانے کا کواڑ کھولا۔ عجب تماشا
نظر آیا۔ بیوی کی نظر جب سانپ پر پڑی۔ ایک چیخ
ماری۔ اور قریب تھا۔ کہ لمپ ہاتھ سے گر پڑے۔
مگر خان صاحب نے جلدی سے لمپ ہاتھ سے لے لیا۔
اور اُن کو پرے ہٹایا + اب اس انتظار میں کھڑے
ہیں۔ کہ سانپ ٹھہرے۔ تو اُس کو ماروں۔ مگر وہاں تو

وہ ہنگامہ ہو رہا تھا۔ کہ نظر کام نہیں کر سکتی تھی۔ ابھی سانپ دائیں پر آیا۔ ابھی بائیں پر۔ ابھی کھڑا ہے۔ اور نیولا اس کے پھن میں لٹکا ہوا۔ ابھی سانپ نیچے ہے۔ اور نیولا اوپر۔ اس خوف سے کہ مبادا لکڑی ماریں سانپ کے اور لگ جائے نیولے کے تھوڑی دیر دم بخود رہے۔ تین چار منٹ کے بعد سانپ کی حرکت سست ہوئی۔ اور پھیلنا شروع ہوا۔ نیولے کے پاؤں زمین پر ٹھہرے۔ پھر تو کیا تھا۔ ایک طاقتور پٹھان کی دوہتی سانپ کی کمر پر پڑی۔ ایک اور۔ ایک اور۔ نیولا ڈرا۔ کہ کہیں مجھے نہ ماریں۔ سانپ کو چھوڑ کر الگ جا کھڑا ہوا۔ سانپ لکڑیاں کھاتے ہی بیس ناگ کے پاس پہنچا۔ مگر اصل یہ ہے۔ کہ کام اُس کا نیولے ہی نے تمام کر دیا تھا۔ اگر خان صاحب نہ آتے۔ تو بھی دو منٹ کے بعد سانپ کا خاتمہ ہو جاتا + بیگم صاحبہ کی رنگت سفید ہو رہی تھی۔ بولنے کی ہمت نہ تھی۔ ہاتھ پاؤں میں رعشہ تھا۔ "کالا سانپ! اتنا بڑا! ہے ہے!!" یہ آواز تھی۔ جو اس وقت ان کے دل

کی دھڑکن میں سے نکل رہی تھی۔ جب سانپ ٹھنڈا ہو گیا۔ تو خان صاحب نے اس کو لکڑی پر لٹکایا۔ اور غسل سے باہر جا کر ماما کے ہاتھ کوڑی پر پھکوا دیا۔ پھر چک چک کو پیار سے بلایا + مگر بھائی چک چک کی نہ پوچھو۔ جوڑ جوڑ اُن کا ڈھیلا ہو گیا۔ ہاتھ پاؤں سے چلنا تو گیا۔ ہلنا بھی مشکل تھا۔ جھرجھری پر جھرجھری لے رہے تھے۔ مگر دل میں کہہ رہے تھے۔ کہ سانپ کو مَیں نے مارا ہے۔ مگر لکڑی مارنے والے کا نام ہو گا۔ خان صاحب کے بلانے پر بہ مشکل گھسٹ کر پہنچا + انہوں نے اور بیگم صاحبہ نے اُسے بہت سا پیار کیا۔ اور اس شکریئے میں کہ وہ کالے سانپ سے لڑا۔ آٹھ آنے ماہوار اُس کے دودھ میں اضافہ کیا + پھر سعید کے پلنگ پر اُس کو بٹھا کر دونوں میاں بیوی سو گئے +

جب صبح ہوئی تو چک چک نے اپنے تئیں بالکل اکڑا ہوا پایا۔ لیکن اپنی فتح سے بہت خوش تھا۔ مگر ناگن کا کانٹا دل میں کھٹک رہا تھا۔ کہ یہ کم بخت پانچ سانپوں کے برابر ہے + دل میں کہا۔ کہ آؤ چلو ذرا

Taj Tahir Foundation

اُس کے انڈوں کی خبر تو لو۔ اور دیکھو کہ اُن میں سے بچّے کب نکلیں گے۔ دیکھوں شکر خورہ کو کچھ خبر ہے۔ یا نہیں ؟

جب سانپ کوڑی پر مرا ہُوا دکھائی دیا تو سارے باغ کے جانوروں میں غل مچ گیا۔ کہ سانپ مارا گیا۔ چمگادڑ نے غسل خانے میں یہ تماشا بہ چشم خود دیکھا تھا۔ اُس نے ابابیل سے صبح ہوتے ہی کہہ دیا تھا۔ اور آپ سو گئی تھی۔ ابابیل نے باہر نکل کر شکر خورہ سے کہا۔ اور اُس نے تمام آنے جانے والوں کو کہہ دیا تھا۔ کہ نیولے نے سانپ کو مارا ہے + کوّے۔ مینائیں۔ چڑیاں۔ طوطے اس طرح غل مچا رہے تھے۔ جیسے دہلی کی دھوبنیں یا سراؤں کی بھٹیاریاں لڑتے وقت مچاتی ہیں۔ مگر شکر خورہ ایک امرود کی ٹہنی پر اپنی مادہ کے ساتھ بیٹھا ہوا بھیروِیں میں سانپ کا نوحہ الاپ رہا تھا۔ نیولا امرود کے نیچے آیا۔ اور شکر خورہ کو پکارنے لگا۔ مگر وہ اُس کی نہ سُنتا تھا۔ اور یہ نوحہ ٹہنی پر ناچ کر اور کوڑی کی طرف جہاں سانپ پڑا

ہُوا تھا۔ مُنہ چڑا کر گا رہا تھا ٥

کِس طرح بھرا کرتے تھے گلشن میں طرارے
ہے ہے مِرے کالے
ہیبت سے تری باغ میں مرعوب تھے سارے
ہے ہے مِرے کالے
بچّے مرے اُڑنے بھی نہ پاتے تھے کہ اُن کو
کھا جاتا تھا موذی
ناگن تجھے اب روئے گی کوڑی کے کنارے
(پروں سے چھاتی پیٹ کر) ہے ہے مِرے کالے
چوہوں کو تو کھا جاتا تھا گھُس اُن کے بِلوں میں
اور جا کے چھتوں میں
برباد کیا کرتا تھا گھر چڑیوں کے سارے
ہے ہے مِرے کالے
تالاب میں مینڈک بھی نہ تھے تجھ سے اماں میں
بے چارے ہمیشہ
ٹرّ ٹرّ ہی کیا کرتے ترے خوف کے مارے
ہے ہے مرے کالے

Taj Tahir Foundation

سب جاتا رہا گھاس میں لہرانا تمہارا

دِل کر دیا پارہ

تھرّاتا تھا گلشن تری پھنکار کے مارے

ہے ہے مرے کالے

وہ دانت کہاں ہیں جو چباتے تھے ہمیشہ !

چوہیوں کی دموں کو

کیوں ڈوب سویرے سے گئے پھن کے ستارے

ہے ہے مرے کالے

بے گور وکفن دیکھ کے لے جائیں گی چیلیں !

کھا جائیں گی تجھ کو

پنجوں سے زمیں کھود کے دفناؤں میں پیارے

(ٹھنی پر ناچ کر) ہے ہے مرے کالے

مُرغانِ چمن آؤ ذرا ساتھ دو میرا

آواز مِلا کر

میں سانپ کا نوحہ پڑھوں ! لعنت کرو سارے

(کوڑی کی طرف مُنہ چڑا کر) ہے ہے مرے کالے

نیولے کی دُعا بڑی مشکل سے قبول ہوئی۔ نوحہ ختم

ہُوا۔ اور نیولے کی آواز شکر خورہ کے کان میں پہنچی۔ جونہی اُس کی نظر نیولے پر پڑی۔ طبیعت اُس وقت موزوں تھی۔ کہنے لگا ؎

اے نیولے تو مَرد ہے اور باپ ترا مرد   شاباش ہے تجھ کو

ہم رہتے ہیں گلشن میں فقط تیرے سہارے   ہے ہے مرے کالے

نیولا:" ارے بھائی خدا کو مان۔ ذرا میری بات سُن لے۔ پھر گایا کیجیو"۔

شکر خورہ:" ارے واہ نیولے ! آ تیرا ڈنڑ مل دوں۔ بول کیا کہتا ہے"؟

چک چک:" تیری تو عقل ماری گئی ہے۔ میرے دم پر بنی ہوئی ہے۔ آپ تانیں لگا رہے ہیں بتا ناگن کدھر ہے"؟

شکر خورہ۔ تُرئی کی بیل کے پیچھے انڈے رکھے ہیں۔ اُدھر ہی گئی ہے۔ بھائی اللہ تیرے دانتوں کو قُوت دے۔ آج تو وہ کام کیا ہے۔ کہ کوئی کیا کرے گا۔ ؎

کشتی تو مار را ناموس آفریں کنند   این کار از تو آید و مردان چنیں کنند

Taj Tahir Foundation

چک چک۔" کام کی بات کر۔ آدمیوں کی طرح وقت ضائع
نہ کر۔ کب سے انڈے دے رکھے ہیں"؟

شکر خورہ۔ بہت دن سے"۔

چک چک۔" مجھ سے اب تک کیوں نہیں کہا"؟

شکر خورہ "کیوں؟ کیا اب اُس کے انڈوں پر نیت
ہے"؟

چک چک۔ نہیں نہیں! تم یہ کرو کہ اُس کو بل میں
سے نکال لاؤ۔ بل کے پاس جاکر یہ بہانہ کرو۔ کہ
میرا پَر ٹوٹ گیا۔ لڑکے نے پتھر مار دیا۔ وہ چلی
ہوئی تو ہے ہی۔ اُسی وقت باہر آئے گی۔ تم
آہستہ آہستہ اُڑتے ہوئے اُس کو پیچھے لگا لانا۔
میں اگر جاؤں گا۔ وہ مجھے دیکھ لے گی۔ پھر ہاتھ
آنا مشکل ہوگا"۔

شکر خورہ۔ اب اُس کے پیچھے کیوں پڑے ہو؟ ناگ
کو تو مار دیا۔ جلدی کیا ہے۔ پھر کسی دن مار لینا"۔

شکر خوری۔" میاں تم سمجھے نہیں! ان انڈوں میں سے
جتنے بچے نکلیں گے۔ اُتنے ہی ناگ چند روز میں

ہو جائیں گے۔ اتنا نہیں سمجھتے"؟

چک چک نے مادہ کی عقل کی داد دی۔ اور کہا۔
کہ" اچھا تم جاؤ۔ یہ شکر خورہ تو بے وقوف ہے۔ اِس
کے سر میں ایک وقت میں فقط ایک خیال سما سکتا ہے۔
تم اس کام کو سلیقے کے ساتھ کروگی"۔ شکر خوری نے
چک چک کے فرمان واجب الاذعان کی تعمیل کی۔
اور بل کے پاس جاکر رونا شروع کیا۔ کہ" ارے
ظالم تیرے ہاتھ میں کیا آیا۔ کہ میرا بازو توڑ دیا۔ اب
میں کیونکر اُڑوں گی"؟ ناگن نے شکر خوری کی آواز سُنی۔
اُسی وقت باہر نکل آئی۔ اور کہنے لگی۔ اچھا آپ ہیں۔
اب بولو اُستانی! اُس دن شکر خورہ نے نیولے کو
میری چوٹ سے بچا دیا۔ نہیں تو میرا ناگ کیوں مرتا؟
اب تجھ سے اُس کا بدلہ لیتی ہوں"۔ شکر خوری چار گز
پرے اُڑ گئی۔ ناگن اُس کے پیچھے چلی۔ وہ تھوڑی دُور
اور اُڑ گئی۔ جتنے کہ ناگن کو بل سے چالیس پچاس گز
کے فاصلے پر دیکھ کر نیولے کو موقع ملا۔ اور سیدھا اُس
کے بل میں جاکر انڈوں کو کچلنا شروع کر دیا۔ جو بچہ

Taj Tahir Foundation

انڈے میں سے نکلا۔ اُس کا وہیں خاتمہ کر دیا فقط تین انڈے رہ گئے تھے۔ کہ شکر خوری کی آواز سُنی۔ "ارے نیولے دَوڑ ناگن مجھے دیکھ کر سیدھی آدمیوں کے گھونسلے میں چلی گئی ہے۔ اُس کی نیت میں فساد معلوم ہوتا ہے۔ جلدی چل"۔ نیولے نے دو انڈے جلدی سے نگلے۔ اور تیسرا مُنہ میں لے کر تیر کی طرح چلا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ میاں بیوی اور بچہ یعنی اُس کا دوست سعید تینوں ایک چار پائی پر خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ناگن پلنگ کے پاس کھڑی ہوئی جھوم رہی ہے۔ اور حملے کے واسطے تیار ہے۔ خاں صاحب کے پاس اس وقت لکڑی بھی نہیں ہے۔ حیران ہیں۔ کہ کیا کریں۔ بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے ہیں۔ نوکرنیں باورچی خانے میں غل مچا رہی ہیں۔ کہ "ہے ہے سانپ! ہے ہے سانپ!" خان صاحب بہتیرا کہہ رہے ہیں۔ کہ لکڑی پلنگ پر پھینک دو۔ مگر کوئی نہیں سُنتا۔ ناگن سعید کی طرف بڑھتی تھی۔ کہ بیگم صاحبہ چیخ کر بے ہوش ہو گئیں۔ اور گرتی گرتی ناگن اور سعید کے بیچ میں چار پائی پر سے گریں۔ ناگن

نے دل میں کہا۔ کہ "مجھے تو تینوں کا فیصلہ کرنا ہے۔ پہلے یہ آدمی کی مادہ ہی سہی"۔ پھن پھیلا کر اور منہ کھول کر چاہتی تھی۔ کہ اُس جاں نثار ماں پر منہ مارے۔ مگر چک چک انڈا مُنہ میں لئے ہوئے امداد غیبی کی طرح وقت پر آ پہنچا۔ اور دُور سے للکارا۔ "خبردار میں آ گیا ہوں"۔ ناگن نیولے کی آواز سُن کر اُدھر پلٹی اور تلخی سے بولی۔ کہ "آ جا موئے پہلے تو ہی آ جا"۔

نیولے نے کہا۔ "تیرے بچے نکل آئے ہیں۔ اور اماں اماں کر کے رو رہے ہیں۔ اُن کی تو خبر لے۔ ایک انڈا میں بھی لے آیا ہوں۔ تجھے دیکھ کر ابھی پھینک دیا۔ دیکھ یہ رہا۔ نیولے نے انڈا دونوں ٹانگوں کے بیچ میں رکھ لیا تھا۔ اور اس طرح کھڑا ہو گیا۔ کہ اگر ناگن اُس پر حملہ کرنا چاہے تو ایک ضرب میں انڈے کا کچلا کر دے۔ اور پھر اُس سے بھگت لے۔ ناگن بے تاب ہو کر نیولے کی طرف بڑھی۔ اور کہنے لگی۔ "میرا انڈا مجھے دے دے"۔ نیولے نے کہا۔ "یہی رہ گیا ہے۔ باقی کو لال چیونٹیاں کھا رہی ہیں۔ بول اس کے کیا دام

Taj Tahir Foundation

دے گی"؟ یہ کہہ کر نیولے نے ناچنا شروع کیا۔ اس طرح کہ انڈا چاروں پاؤں کے بیچ میں رہا+ ناگن بے تاب تھی۔ کہ کسی طرح انڈا ہاتھ لگ جائے۔ چار پائی کی طرف سے اُدھر مُڑی۔ اور نیولے کے آگے سر جھکا کر گڑگڑانے لگی۔ اور قسم کھائی۔ کہ "اپنا انڈا لے جاؤں گی۔ اور کبھی اس گھر کا رُخ نہ کروں گی"۔ نیولے نے کہا۔ پاگل ہوگئی ہے رنڈیا۔ چلی جاؤں گی۔ چلی جاؤں گی لگائی ہے۔ نر آدمی لکڑی لینے گیا ہے۔ لڑنا ہے تو لڑ لے۔ دل کا ارمان نکل جائے گا۔ ورنہ ناگ کے پاس گُوڑی پر تھوڑی دیر میں پہنچتی ہے۔ چل ہوشیار"۔ یہ کہہ کر نیولے نے ناگن کے گرد چکّر باندھا۔ ناگن نے بھی اپنے گرد پھرنا شروع کیا+ جب ناگن چوٹ کرتی۔ نیولا جست کر کے پیچھے ہٹ جاتا۔ اور چوٹ خالی جاتی۔ مُنہ اُس کا زمین پر گرتا۔ ناگن پھر سمٹ جاتی۔ اور نئے حملے کے لئے پھر کھڑی ہو جاتی+ نیولا یہ موقع دیکھ رہا تھا۔ کہ کسی طرح اِس کی پشت پر پہنچوں۔ مگر ناگن کب آنے دیتی تھی؟ خان صاحب اس کشتی کی سیر میں ایسے محو ہوئے۔ کہ بیوی کی بیہوشی کو بھی بھول گئے۔ دل میں آئی۔

کہ ناگن غضب کی تیز ہے۔ لکڑی کی چوٹ کا موقع نہیں۔ بندوق سے کام لینا چاہیئے۔ دوڑ کر کمرے میں بندوق لینے گئے۔ اُن کے آتے آتے ناگن اپنا داؤ کر گئی۔ نیولا ناگن کو پکڑ لانے کی فکر میں ایسا مستغرق تھا۔ کہ انڈے کا خیال بھی اُسے نہ رہا۔ ناگن لڑتے لڑتے انڈے کے پاس پہنچی۔ ایک مرتبہ نیولے پر جست کی نیولا پیچھے ہٹا۔ چوٹ کا فقط بہلاوا تھا۔ نیولا سنبھلتا رہا۔ اُس نے پلٹ کر انڈا منہ میں لیا۔ اور تیر کی طرح برآمدے میں سے نکل کر باغ میں سے ہوتی ہوئی بل کی طرف بھاگی+ نیولا اُس کے تعاقب میں چلا۔ مگر سانپ کی دوڑ خاص کر جب وہ ڈر کر بھاگتا ہے۔ بلا کی تیز ہوتی ہے۔ یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ ایک کالی بجلی باغ میں کوند گئی+ جب بل پر پہنچی تو وہاں اَور ہی سامان دیکھا۔ لال چیونٹیاں اُس کے بچّوں کی لاشیں گھسیٹتی لا رہی تھیں۔ ناگن کا دِل یہ دیکھ کر بیٹھ گیا۔ پھر بھی تھوڑی سی پس و پیش کے بعد بل میں گھس گئی۔ پس و پیش ایسے موقع پر نقصان دیتی ہے۔ نیولا آ پہنچا۔ اور ناگن کی دُم جو بل کے باہر

Taj Tahir Foundation

ره گئی تھی۔ پکڑ لی + اب ناگن اندر سے زور کر رہی ہے۔
اور نیولے نے باہر پنجے جما دیئے ہیں۔ کشاکش ہو رہی
ہے۔ چیونٹیاں جو اس وقت سارے بِل میں بھری
ہوئی تھیں۔ اپنی فوج کو مرتا ہوا دیکھ کر چلاّئیں۔ کہ
ارے بھائی نیولے ہم مری جاتی ہیں۔ ناگن کو چھوڑ دے۔
دُم میں اُس کی زخم تو آہی گیا۔ اب ہم اس سے بھی سمجھ
لیں گے۔ نیولے کی سمجھ میں کچھ آگئی۔ ناگن کو چھوڑ بِل
کے مُنہ پر جا بیٹھا + ناگن کی دُم جو بِل میں داخل ہوئی۔ زخم
پر چیونٹیاں گرنی شروع ہوئیں۔ گھبرا کر باہر نکلی + مُنہ
کا نکلنا تھا۔ کہ نیولے نے گدّی ناپی + پھر وہی رات والا
نقشہ پنجنیوں کا ہُوا۔ مگر سانپن پہلے ہی بے حال ہو رہی
تھی۔ سانپ مر چکا تھا۔ بچّے سب ضائع ہو گئے تھے۔
اور زخم پر چیونٹیاں لگ گئی تھیں۔ تھوڑی سی دیر میں
ٹھنڈی ہو گئی۔ نیولے نے اندر گھس کر باقی ماندہ انڈوں
کو بھی کچل کر باغ کو سیس ناگ کی نسل سے پاک کیا +
ہمارا ہیرو اب تھک چکا تھا۔ رات کو ناگ سے پنجہ آزمائی
ہوئی تھی۔ دن کو ناگن سے جھڑپ ہوئی۔ فکر کے مارے

رات سے نیند نہیں آئی تھی۔ اب اطمینان حاصل کر کے
ارادہ کیا۔ کہ سونا چاہئے۔ پہلے ارنڈ کے درخت کے نیچے
ریت کا غسل کیا۔ پھر تھوڑی سی چھینکیں لے کے وہیں
سو رہا + خاں صاحب بندوق لے کر سارے باغ میں
چک چک اور ناگن کو ڈھونڈتے پھرے۔ کہیں پتہ نہ لگا۔
پھر بیوی کی حالت نازک دیکھ کر اُن کی دوا درمن میں
لگ گئے۔ جب بیوی کو ہوش آیا۔ تو پہلے سعید کو پوچھا۔
اور اُس کو اپنے سامنے موجود پا کر نیولے کا حال دریافت
کیا + جب لڑائی کی حقیقت سُن لی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا۔
کہ سانپن انڈا لے کر آگے آگے بھاگی تھی۔ اور چک چک
اُس کے پیچھے پیچھے۔ تو اطمینان ہُوا۔ اور اُٹھ کر بیٹھیں۔
اتنے میں ایک ماما نے آکر ناگن کے مرنے کی خبر دی
گھر میں خوشیاں ہونے لگیں۔ اُسی وقت کنبے میں ڈولیاں
گئیں۔ باغ میں جھولا پڑا۔ کڑھائی چڑھی۔ ڈومنیاں
آئیں۔ جو بیوی آتی تھیں۔ وہ قصّہ سُن کر حیران ہوتی
تھیں۔ اور نیولے کو دیکھنے کی خواہش کرتی تھیں +
نیولے کی ڈھونڈھیا مچی۔ مگر اتّفاق سے ارنڈ کا

Taj Tahir Foundation

درخت ایک ایسے گوشے میں تھا۔ کہ وہاں کسی کا گزر نہ ہوتا تھا۔ نیولا خوب سویا۔ جب جاگا تو باغ میں غیر معمولی ہجوم آدمیوں کا دیکھا۔ گھر کے قریب آنے سے گھبرایا۔ چبوترے کے نیچے موری میں گھس گیا۔ سعید اس کو بہت دیر سے ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کی نظر جا پڑی۔ اسی وقت دودھ کا پیالہ لے کر موری کے پاس گیا۔ اور چک چک کہہ کر آواز دی + چک چک نے باہر آکر دودھ پیا۔ اور سعید کے کندھے پر چڑھ گیا۔ سعید اسے اپنی ماں کے پاس لے گیا۔ بیگم صاحبہ نے سعید کی بلائیں لیں۔ اور نیولے کو بڑی محبت سے پیار کیا۔ اور سونے کا پٹہ اس کے واسطے بننے کا حکم دیا۔ باقی بیویوں نے دور ہی سے اس کی زیارت کی۔ اور بیگم صاحبہ کو چک چک کی فتح پر مبارکباد دی ॥

آدمیوں میں تو یہ خوشیاں ہو رہی تھیں۔ جانوروں نے ایک مشاعرہ نیولے کی فتح کی خوشی میں منعقد کیا۔ جتنے جانور باغ میں رہتے تھے۔ بسیرے کے وقت سے کچھ پہلے مولسری کے اوپر اور نیچے حسب مراتب جمع

ہوئے۔ غوک شاہ المتخلص بہ مینڈک کی شاعری کی دھوم تھی۔ وہ میر مشاعرہ تجویز ہوئے۔ اور یہ قرار پایا۔ کہ چند رباعیات فی البدیہہ ہو جائیں۔ پھر بعد شکریہ صاحب صدر انجمن جلسہ برخاست ہو۔ پہلے شکرخورہ سے درخواست کی گئی۔ کہ جب تک میر مشاعرہ آئیں۔ وہ حمد باری کا نغمہ اور چک چک کی تعریف کے اشعار جو اس نے تیار کئے ہیں سنائے۔ چنانچہ شکرخورہ مولسری پر سے اترا۔ اور گلاب کے درخت پر بیٹھ کر بولا + ٹہنی ہل رہی تھی۔ اور وہ کہہ رہا تھا:۔

نغمۂ شکرخورہ

حمد باری و تعریف چک چک

طائر میں قوم کا ہوں۔ شکرخورہ نام ہے
امرود کے درخت پہ میرا قیام ہے
صیاد کا ہے خطرہ نہ کچھ خوفِ دام ہے
گلگشت باغ شغل ہے گانے سے کام ہے

Taj Tahir Foundation

سیتا ہوں اور گاتا ہوں دو کام کرتا ہوں
درزی کو اور گوَیے کو میں نام دھرتا ہوں
جب دانے دُنکے سے مرا جاتا ہے پیٹ بھر
اُس وقت بیٹھ جاتا ہوں میں ایک شاخ پر
کرتا ہوں اُس کا شکر دیا جس نے مجھ کو گھر
اور ایک مشت پر کی بھی لیتا ہے جو خبر
لے کر زمیں سے تا بہ فلک جس کا راج ہے
رازق ہے سب کا اپنے بنائے کی لاج ہے
گاتا ہوں اُس کی حمد جو پروردگار ہے
موت اور زیست کا اُسے کل اختیار ہے
بُلبُل فدا ہے اس پہ گُل اِس پر نثار ہے
سچ پوچھو تو چمن میں اِسی کی بہار ہے
مَیں ایک مشتِ پر ہوں۔ بھلا کیا ہے مُنہ مرا
جو ایک شمّہ حمد کا بھی کر سکوں ادا
دو پتّوں کو ملا کے مکاں اک بناتا ہوں
ٹھنڈی ہوا کا لُطف فقط میں اُٹھاتا ہوں
شاہد کوئی نہ ہو تو صبا کو سناتا ہوں

جو کچھ کہ گاتا ہوں وہ تری حمد گاتا ہوں
جاتی ہیں میری تانیں اُڑی آسمان پر
کرّوبی لوٹ جاتے ہیں ایک ایک تان پر
اے انڈوں والی مادہ۔ مرے ساتھ مل کے گا
دو چار تانیں بادِ صبا کو بھی دے سُنا
سورج نکلنے میں تو ہے عرصہ بہت پڑا
یہ وقت خاص ہوتا ہے تسبیح و ذکر کا
پَو پھٹ رہی ہے سامنے مالک کی یاد کر
دن کے نکلتے ہی وہ ترا دے گا پیٹ بھر
گلشن میں گانے والے پرندے ہیں بیشمار
بادِ صبا مگر مرے گانے پہ ہے نثار
آتا نہیں کبھی دلِ مشتاق کو قرار
گلشن میں ہو نہ جائے وہ جب تک کہ ایک بار
ہر صبح گانا سُننے کو میرا وہ آتی ہے
اِک جوگیا کی تان میں وہ لوٹ جاتی ہے

امّا بعد

دل باغ باغ ہو گیا مرنے سے سانپ کے

Taj Tahir Foundation

دن رات ورنہ کٹتے تھے یاں کانپ کانپ کے
کھا جاتا تھا وہ نظروں ہی میں بھانپ بھانپ کے
مرجاتے تھے پرند غریب ہانپ ہانپ کے
طاعون تھی۔ وبا تھی۔ جو کچھ تھی وہ مرگئی
گویا کہ باغ میں سے قضا کال کر گئی

جو خونی بیٹھا رہتا تھا بیچ گلاب میں
کوّے کو مات کرتا تھا جو آب وتاب میں
کر رکھی جس نے جان تھی سب کی عذاب میں
مٹی میں مل گیا وہ جہانِ خراب میں
وہ کالی بجلی باغ میں جو کوندا کرتی تھی
اب چیل آج اُس سے ہی پیٹ اپنا بھرتی تھی

وہ کون ہے کہ جس نے کیا ہم سے یہ سلوک
اللہ اُسے شکار کھلائے بڑھائے بھوک
رطب اللساں ہیں جس کی ثنا میں تمام غوک
کوئل بھی داد دے رہی ہے اس کی کوک کوک
اِس گلشنِ فرنگ کا وہ زارِ روس ہے
موری کا لارڈ میو وراس النحوس ہے

وہ چک چکِ دلیر بدر رو نژاد ہے
سانپوں کی ساری نسل کا وہ اوستاد ہے
دل کا ہے شیر۔ لائق تحسین وداد ہے
دانتوں پہ اُس کے سارے پرندوں کا عماد ہے
کس زور سے چبا گیا وہ سر کو سانپ کے
ناگن بھی روتی رہ گئی منہ پھن میں ڈھانپ کے

آنکھیں ہیں اُس کی شعلۂ جوّالہ کی مثال
اور دانت ہاتھی دانت کے بے شُبہہ و قیل و قال
ناگ اُس سے کیا لڑے گا کہاں اتنی ہے مجال
جو کینچلی کو نوچ کے پھر کھینچتا ہے کھال
جو داؤں کر کے قفل کا سر کو چباتا ہے
مُلکِ عدم میں سانپ کی بانبی بناتا ہے

اے ساکنانِ باغ! کرو شکریہ ادا
چک چک نے سب کا ناگ سے پیچھا چھڑا دیا
ہیرو ہے پیٹریٹ ہے۔ خدا نے کرم کیا
پھر ولیس و بروس کو یہاں زندہ کر دیا
چک چک کے دم کے واسطے منت مناؤ تم

Taj Tahir Foundation

پھیلا کے دُم کو چونچ کو اپنی جُھکاؤ تم

شکر خورے کی نظم کے ختم ہوتے ہوتے سب جانور جمع ہو گئے۔ میر مشاعرہ بھی آ پہنچے۔ اور اُن کے اشارے کے مطابق اب وہ نظمیں پڑھی جانی شروع ہوئیں۔ جو خاص اس موقع کے لئے لکھی گئی تھیں + چنانچہ شکر خورے نے پھر اپنی اسی ہلتی ہوئی ٹہنی پر سے یہ رباعی پڑھی ؎

آباد ہُوا نیولے سے جب گلشن　　آسودہ دلوں میں ہوئے مرغانِ چمن
رہتا تھا بہت سانپ کا خطرہ اُن کو　　دُگدا میں گزارتے تھے سارا سادن

شکر خورہ چُپ ہوا ہی تھا۔ کہ شکر خوری نے اپنے نر کارنگترے کے پیڑ پر سے جواب دیا ؎

برسات میں جب دیتی تھی انڈے ناگن　　بڑھ جاتا تھا اور اُس کا بیہودہ پن
آساڑھ کے لگتے ہی اُچھلنے لگتی　　کہتی پھرتی کہ لو! وہ آیا ساون

شاما مولسری سے زمین پر اُتری اور دُم ہلا ہلا کر بولی ؎

جب لگتے کیاری میں تُرئی اور بینگن　　اور پھول پھلوں سے لہلہاتے گلشن
اُس وقت اُترنا تھا زمیں پر مشکل　　پتّوں میں چھپے رہتے تھے ناگ اور ناگن

ماموں کالے المتخلص بہ زاغ دہلوی بھانجے کی فتح سے

خوش تو تھے۔ مگر کھانے پینے کی چیزیں اُس روز باغ میں بہت کثرت سے نظر آئیں۔ اس لئے سوائے ماکولات کے کوئی اور مضمون خیال میں نہ آیا۔ فرمانے لگے ؎

جب پڑنے لگا کڑھائیوں میں روغن
میدا گھیں کونڈوں میں کہیں ہے بیسن
بننے لگے گلگلے۔ سُہال اور کھجلے
اس وقت یہ ہم سمجھے کہ آیا ساون

چھچھوندر دن کو کبھی نہ نکلتی۔ مگر اس روز جانوروں کی قسما قسمی سے آنکھیں بند کر کے رستہ ٹٹولتی چلی آئی۔ اور منہ اونچا کر کے کہنے لگی ؎

ظاہر میں ہُوں میں گرچہ گرفتارِ محن
شب گرد ہُوں اندھی بھی ہوں پر دل ہے مگن
بروقت خبر نیولے کو میں نے دی
ورنہ یہ چمن تھا اور ناگ اور ناگن

چمگادڑ کو مینا ٹھونگیں مار کر نکال لائی تھی۔ اور اس کی آسایش کے واسطے مولسری کے کھوکھلے تنے

Taj Tahir Foundation

میں اس کو جگہ دے دی تھی۔ وہیں سے لٹکی لٹکی جس طرح
اندھے مناجات پڑھتے ہیں۔ بولی ؎

بھاتا ہے مجھے تمہارا گلشن نہ چمن
لٹکی رہی جس جگہ وہی ہے گلشن
رہتی ہوں پڑوس میں ابابیل کے میں
کچلا تھا جہاں نیولے نے سانپ کا پھن

ابابیل نے اپنی ہمسائی چمگادڑ کی داد دی۔ اور
ایک چکر مولسری کے گرد لگا کر کہا ؎

میں طائر خوش خبر ہوں مرغانِ چمن
اور کہنہ عمارات ہیں میرا مسکن
میں نے ہی سنایا تھا تمہیں یہ مژدہ
چک چک کے طفیل ہو گئی رنڈیا ناگن

اب میر مشاعرہ پھدکتے ہوئے تشریف لائے۔
اور لمبا سا سانس لے کر کالی کالی آنکھیں باہر نکالیں۔
اور نکھاد میں کہنا شروع کیا ؎

جب ناگ سے عاجز ہوئے مرغانِ چمن
چک چک کی جوانی نے دکھایا جوبن

دانت اس کے گئے ناگ کے سر میں بیدھے
مانندِ سنانِ گیو در جنگِ پشن

وَلہٗ

آمادۂ انتقام آئی ناگن!
تھی نسل میاں غوک کی وہ بھی دشمن
چک چک نے اسے کچلیوں سے بیندھ دیا
مانندِ سنانِ گیو در جنگِ پشن

(چیرز) چیں چیں۔ ٹیں ٹیں۔ چوں چوں۔
گٹکڑوں گوں۔ ٹرٹرٹرٹر وغیرہ ٭
مینا نے گوری کی ایک تان لگائی "اڑ جا رے
پکھیرو۔ دِن تو رہ گیا تھوڑا" ٭
پھر پھر پھر۔ فقط

Taj Tahir Foundation

بچّوں کے لئے کتابیں :-

بچوں کی بہادری ۔ ظفر آگیا ۔ اور ہار میں جیت ۔ دو نہایت مزیدار اور مفید قصّے ۔ قیمت

موت کا راگ ۔ خونی جزیرے کی گانے والی پریوں کا قصّہ جو اپنے گانے سے لوگوں کو پھنسا کر مار ڈالتی تھیں ۔ قیمت

سمندری شہزادی ۔ ایک وفادار جل مانس کا قصہ جس نے ایک انسان شہزادے سے محبت کرکے بہت تکلیف اُٹھائی ۔ قیمت

سپاہی اور درویش ۔ ایک نہایت چالاک اور جھوٹ بولنے والے سپاہی کی بہت دلچسپ اور مزیدار کہانی ۔ جسے پڑھ کر ہنسی آتی ہے ۔ باتصویر ۔ قیمت

ابوالحسن یعنی سوتے جاگتے کی کہانی ۔ جو الف لیلہ میں سے آسان کرکے لکھی گئی ہے ۔ قیمت

چڑیا خانہ حصّہ اول ۔ جس میں تمام پرندوں کی مزیدار کہانیاں جمع کی گئی ہیں ۔ قیمت

نامی پریس پیسہ اخبار اسٹریٹ لاہور میں باہتمام سید حمید علی پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر دارالاشاعت پنجاب لاہور سے شائع کیا

Taj Tahir Foundation

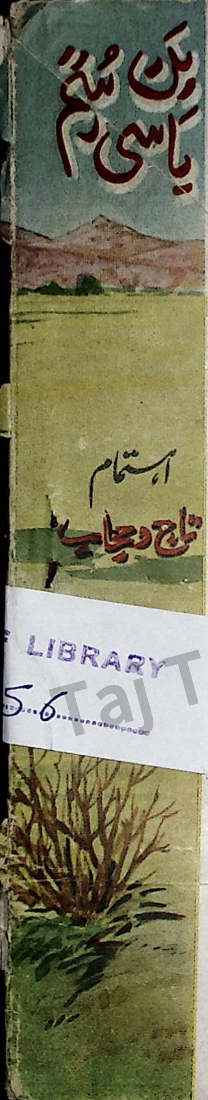

LIBRARY
5.6
Taj Tahir Foundation